SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Friday, June 05, 2009

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad at thirty four minutes past ten in the morning with Mr. Chairman (Mr. Farooq Hamid Naek) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

اَعوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّیطٰنِ الرجّیم

بِسمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَـٰنِ ٱلرَّحِیمِ

إِنَّ ٱلَّذِینَ سَبَقَتۡ لَهُم مِّنَّا ٱلۡحُسۡنَىٰٓ أُوْلَـٰٓئِكَ عَنۡهَا مُبۡعَدُونَ۔ لَا یَسۡمَعُونَ
حَسِیسَهَا ۖ وَهُمۡ فِی مَا ٱشۡتَهَتۡ أَنفُسُهُمۡ خَـٰلِدُونَ۔ لَا یَحۡزُنُهُمُ ٱلۡفَزَعُ
ٱلۡأَكۡبَرُ وَتَتَلَقَّىٰهُمُ ٱلۡمَلَـٰٓئِكَةُ هَـٰذَا یَوۡمُكُمُ ٱلَّذِی كُنتُمۡ تُوعَدُونَ۔ یَوۡمَ
نَطۡوِی ٱلسَّمَآءَ كَطَیِّ ٱلسِّجِلِّ لِلۡكُتُبِ ۚ كَمَا بَدَأۡنَآ أَوَّلَ خَلۡقٍ نُّعِیدُهُۥ ۚ وَعۡدًا
عَلَیۡنَآ ۚ إِنَّا كُنَّا فَـٰعِلِینَ۔ وَلَقَدۡ كَتَبۡنَا فِی ٱلزَّبُورِ مِنۢ بَعۡدِ ٱلذِّكۡرِ أَنَّ ٱلۡأَرۡضَ
یَرِثُهَا عِبَادِیَ ٱلصَّـٰلِحُونَ۔

ترجمہ: بیشک جن کے لئے ہماری طرف سے پہلے بھلائی مقرر ہو چکی ہے۔ وہ اس سے دور رکھے جائیں گے۔ (یہاں تک کہ) اس کی آواز بھی تو نہیں سنیں گے۔ اور جو کچھ ان کا جی چاہے گا اس میں (یعنی) ہر طرح کے عیش اور لطف میں ہمیشہ رہیں گے۔ ان کو (اس دن کا) بڑا بھاری خوف غمگین نہیں کرے گا۔ اور فرشتے ان کو لینے آئیں گے (اور کہیں گے کہ) یہی وہ دن ہے جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا۔ جس دن ہم آسمان کو اس طرح لپیٹ لیں گے جیسے خطوں کا طومار لپیٹ لیتے ہیں۔ جس طرح ہم نے (کائنات کو) پہلے پیدا کیا اسی طرح دوبارہ پیدا کر دیں گے۔ (یہ) وعدہ (جس کا پورا کرنا لازم) ہے۔ ہم (ایسا) ضرور کرنے والے ہیں۔ اور ہم

نے نصیحت (کی کتاب یعنی تورات) کے بعد زبور میں لکھ دیا تھا کہ میرے نیکو کار بندے ملک
کے وارث ہوں گے۔ (سورۃ الانبیا آیات 101تا105)

Panel of Presiding Officers

Mr. Chairman: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ In pursuance of sub-rule 1 of Rule 14 of the Rules of Procedure and Conduct of Business in the Senate, 1988, I nominate the following members in order of precedence to form a panel of Presiding Officers for the 54th Session of the Senate of Pakistan:

1. Mr. Muhammad Kazim Khan
2. Mr. Gul Muhammad Lot
3. Begum Najma Hamid

As decided in the party leaders' meeting, motion will be moved by Leader of the House for suspension of rules to discuss motion regarding Swat situation.

Senator Syed Nayyer Hussain Bokhari (Leader of the House): Thank you Mr. Chairman. This is a consensus resolution which I intend to move. I beg to move that under Rule 36 of the Rules of Procedure and Conduct of Business in the Senate, 1988, the requirements of Rules 23, 26, 27, 38 and 120 of the said rules be dispensed with in order to move the following motion:

> "The House may discuss the situation of Swat and other adjacent areas with particular reference to IDPs."

Mr. Chairman: It has been moved that under Rule 236 of the Rules of Procedure and Conduct of Business in the Senate, the requirements of Rules 23, 26, 27, 38 and 120 of the said rules be dispensed with in order to move the following motion:

> "The House may discuss the situation of Swat and other adjacent areas with particular reference to IDPs."

(The motion was carried)

Discussion on Motion Re: The situation of Swat and other adjacent Areas with Particular Reference to IDPs.

جناب چیئرمین: اب جن اراکین نے speeches کرنی ہیں وہ please اپنے نام دے دیجیے۔ I will request Mr. Zahid Khan to start.

سینیٹر محمد زاہد خان: شکریہ چیئر مین صاحب۔ IDPs پر بات کرنے سے پہلے میں ہاؤس کی توجہ جامشورو یونیورسٹی کے ہاسٹل میں پیش آنے والے واقعات کی طرف دلاؤں گا۔ ایک تو یونیورسٹی کے ہاسٹل پر قبضہ کیا گیا۔ میں یہ خبر پڑھ دیتا ہوں اس کے بعد پھر بات کروں گا۔ جامشورو سندھ یونیورسٹی کے ہاسٹل میں مسلح افراد کی لوٹ مار، طلبہ پر تشدد، طلبہ کی احتجاجی ریلی۔ جناب! یہ واقعہ 23 مئی کا ہے۔ جب ہاسٹل کے اندر ہمارے پختون students تھے، کچھ باہر سے غنڈے آئے اور ایک گروپ نے ان پر ہلہ بول دیا، تالے توڑ دیے اور ان کا سارا سامان لوٹ کر لے گئے اور ان کو وہاں سے بھگا دیا۔ انہوں نے ہم سے رابطہ کیا اور ہم نے یہاں Federal Government سے رابطہ کیا کہ وہاں پر یہ واقعہ ہوا۔ 23 مئی کے بعد جب پیپر ہو رہے تھے، دوبارہ ایک واقعہ ہوا۔ بچے پیپر دینے کے لیے گئے تو ان غنڈوں نے پھر حملہ کیا اور ان بچوں کو پیپر دیے بغیر وہاں سے بھگا دیا۔ ان کا سال ضائع ہو گیا کیونکہ وہاں پر امتحان start تھے، بچوں کو اجازت نہیں ملی۔ یہ غنڈہ گردی وہاں پر ایک روزمرہ کا معمول بن گیا ہے۔ جب بچے گئے کہ وائس چانسلر سے بات کریں تو وہ کہتا ہے کہ میں تو مجبور ہوں، میرے بس میں کوئی چیز نہیں اور میں کچھ نہیں کر سکتا۔ جب میں نے یہاں رابطہ کیا تو مجھے کہا گیا کہ آپ لڑکوں کو کہہ دیں کہ DIG حیدرآباد سے ملیں۔ وہ جب DIG حیدرآباد سے ملے تو انہوں نے کہا کہ جی میں مزید پولیس فورس دیتا ہوں۔ لڑکوں نے کہا ہے کہ جی جو پولیس آپ نے دی ہے، جب وہ غنڈے آئے تو پولیس آگے بھاگ رہی تھی اور ہم اس کے پیچھے بھاگ رہے تھے۔ رینجرز بھی بھاگ رہے تھے۔ اب ایسی situation ہے اس ملک میں کہ جہاں پختونوں کے خلاف ایک سازش کی جا رہی ہے، وہاں جو لوگ جا رہے ہیں ان کو سندھ میں داخل ہونے نہیں دے رہے۔ دوسرا، وہ لڑکے جو یہاں سے seats پر گئے ہیں، یہ نہیں کہ وہاں کراچی کے رہنے والے ہیں، جو آپ کے پورے ملک کی ایک پالیسی ہے کہ پورے ملک کے students جس بھی یونیورسٹی میں جانا چاہیں جائیں، وہ اپنی seats پر گئے اور وہ وہاں پر پڑھ رہے ہیں۔ وہاں کی ایک تنظیم جو غنڈہ گردی کرتی ہے اس نے ہاسٹل سے لڑکوں کو بھگایا۔

جناب! آپ بتائیں کہ ان لڑکوں کا جو سال ضائع ہو رہا ہے، اس کا ذمہ دار کون ہو گا؟ کیا یہ Federal Government ہو گی، کیا صوبائی حکومت ہو گی؟ ہم اس ملک کو کس طرف لے کر جانا چاہتے ہیں؟ کیا اس کو تڑوانے کی طرف لے کر جانا چاہتے ہیں؟ یہ ہماری بے حسی ہے یا ہمارے پاس کوئی اختیار ہی نہیں۔ اگر ہم میں حکومت کرنے کی اتنی طاقت نہیں ہے، تو میرے خیال میں ہمیں گھر جانا چاہیے کیونکہ ہم کسی کو protection نہیں دے سکتے۔ میرے خیال میں اس وقت سب سے اہم مسئلہ سندھ کا ہے اور ان students کا ہے جن کا سال ضائع ہو رہا ہے۔ میں اس کی کاپی ہاؤس کے اراکین کو provide کرتا ہوں، یہ تقریباً کوئی ڈیڑھ سو لڑکے ہیں۔ ہمارے ڈیڑھ سو لڑکوں کی زندگی اور مستقبل تباہ کیا جا رہا ہے اور سندھ کی حکومت خاموش بیٹھی ہے۔ میری سمجھ سے باہر ہے کہ کیوں اس پر خاموشی اختیار کی گئی ہے۔ ابھی تک کیوں اس کا ازالہ نہیں کیا گیا اور ان کے حال پر کیوں رحم نہیں کیا گیا۔ ان students کا جو سال ضائع ہو رہا ہے، اس کے لیے حکومت یا وائس چانسلر کیا کرنا چاہتے ہیں۔ میرے خیال میں وفاقی حکومت ہمیں Monday تک جواب دے دے اور اس کا حل نکالے۔ اگر Monday کو نہیں ہوئی تو پھر اے این پی کم از کم، میں سارے پختونوں کو اور سارے ہاؤس کو کہتا ہوں کہ اس پر ہم نیا لائحہ عمل اختیار کریں گے، اس میں جو بھی ہمارا ساتھ دے گا اس کی مہربانی ہو گی۔

جناب! جہاں تک IDPs کی بات ہے تو سوات یا مالاکنڈ ڈویژن میں ہم نے کوشش کی مذاکرات کے ذریعے، ہم نے dialogue کیے۔ ہم نے باہر کی طاقتوں کے pressure کا بھی مقابلہ کیا۔ ہم نے اپنے ملک کے اندر civil society اور کچھ parties کا بھی مقابلہ کیا لیکن ہم نے وہاں نظامِ عدل نافذ کیا۔ اس سلسلے میں Federal Government نے ہماری مدد کی، صدر صاحب نے بھی دستخط کیے۔ لیکن چونکہ حالات ایسے تھے کہ آپ نے دیکھا کہ وہ control سے باہر تھے۔ ایک بات میں واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ حکومت کا آپریشن کا خیال نہیں تھا کیونکہ last میں جب ہم dialogue کے لیے گئے، میں گیا تھا اور ہمارا یہ خیال تھا کہ dialogue کے ذریعے مسائل کو حل کریں گے اور آپریشن نہیں ہو گا۔ ہوا یہ کہ جن علاقوں میں حکومت کی رٹ نہیں تھی، وہاں پر forces بھیجی گئیں کہ وہاں بیٹھ جائیں۔ میں دیر کی مثال دیتا ہوں کہ وہاں ایک پولیس اسٹیشن ہے۔ چھ ماہ سے پولیس وہاں سے باہر نہیں نکل سکتی تھی، روز kidnappings ہو رہی تھیں، لوگوں کو مارا جا رہا تھا۔ ہمارے ایک ضلعی ناظم تھے، جماعتِ اسلامی سے ان کا تعلق تھا، اس کو شہید کیا گیا، DPO کو شہید کیا گیا۔ تو ہم نے وہاں forces بھیج دیں کہ وہاں پر حکومت کی عملداری قائم کی جائے۔ لیکن جب forces جا رہی تھیں، ان پر attack ہوا اور forces نے اس کے مقابلے میں جواب دیا ہے۔ وہ چیز بڑھتی گئی اور اب نوبت یہ ہے کہ وہاں پر حالات بہت خراب ہیں۔ جو ہمارے بھائی نیچے آئے ہیں، ہمیں، پورے پاکستان اور پوری دنیا کو ان کی help کرنی چاہیے۔

جناب! میں ایک بات واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ اگلا مرحلہ، rehabilitation کا مرحلہ بہت اہم ہے۔ اس کے لیے بہت پیسے کی ضرورت ہے کیونکہ اگر ہم نے rehabilitation صحیح طریقے سے نہ کی، ان لوگوں کو جو اپنے گھروں سے نکلے یہاں چاہے کچھ بھی ملے لیکن ان کو ہم گھر کا ماحول نہیں دے سکتے اور پوری دنیا بھی مل کر نہیں دے سکتی۔ میں اس علاقے سے belong کرتا ہوں، اگر ایک بندہ اپنے گھر میں رہتا ہے اور وہ ایک گلاس پانی پیتا ہے، اس کو صبح بھی کھانے کو کچھ نہیں ملتا، شام کو بھی کھانے کو کچھ نہیں ملتا، وہ اس کی پروا نہیں کرتا، کیونکہ وہ عزت سے رہتا ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ جتنی جلدی ہم اس معاملے کو حل کر سکتے ہیں، ہمیں کرنا چاہیے، وہاں امن قائم ہو جائے، یہ لوگ واپس اپنے گھروں کو چلے جائیں اور جب اپنے گھروں میں جائیں گے تو وہاں ان کو سہولیات دی جائیں۔ ان کے جو گھر برباد ہوئے، ہمیں اس کا ازالہ کرنا ہو گا۔ اگر ہم وہ نہ کر سکے، اگر ہم اس میں ناکام ہو گئے تو یہ ایک بہت بڑا disaster ہو گا۔

جناب! میں زیادہ بولنا نہیں چاہوں گا کیونکہ ہمارے افراسیاب خٹک صاحب بھی IDPs کے معاملے پر بات کریں گے۔ میرا main issue, students کا تھا، میں ابھی بھی request کرتا ہوں کہ Monday تک اس کا حل نکلنا چاہیے۔ اگر Monday تک حل نہ نکلا تو پھر ANP اور ہمارا ساتھ دینے والے دوسرے لوگ اپنا لائحہ عمل طے کریں گے۔

جناب چیئرمین: بہت بہت شکریہ۔ راجہ ظفرالحق صاحب۔ میں request کروں گا کہ چونکہ کافی speakers ہوں گے، time کی shortage ہو جاتی ہے، ہر speaker پانچ منٹ اور parliamentary leader آٹھ سے دس منٹ۔ جی راجہ ظفرالحق صاحب۔

سینیٹر راجہ محمد ظفر الحق: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! آج سے تھوڑا عرصہ پہلے تک تو ساری توجہ بلوچستان کے مسئلے کے اوپر تھی۔ وہ مسئلہ نہ صرف وہیں ہے بلکہ وہاں بھی صورتِ حال دن بدن بگڑتی جا رہی ہے۔ کوئی ایسا serious step اس بارے میں ابھی نہیں لیا گیا کہ وہاں صورتِ حال کو بہتر کیا جا سکے۔

بد قسمتی سے اس کے ساتھ ہی پھر یہ سوات اور گرد و نواح کے علاقے، اس آگ کی لپیٹ میں آ گئے ہیں۔

آپ کو یہ یاد ہو گا کہ اس سے پہلے قومی اسمبلی میں بھی ایک قرارداد کے ذریعے سے یہ کہا گیا تھا کہ اس مسئلے کو بھی مذاکرات کے ذریعے سے حل کیا جائے۔ لیکن کچھ ایسے intervening حالات آ گئے اور اس کے ساتھ ہی ساتھ پھر بیرونی دنیا بالخصوص امریکہ کی طرف سے کسی dialogue کو قبول کرنے سے انکار کیا گیا۔ یہ پہلی دفعہ نہیں ہوا بلکہ اس سے پہلے بھی جب جنرل اورکزئی صاحب وہاں گورنر تھے، انہوں نے بھی کوشش کی تھی کہ کسی طریقے سے، جرگے کے ذریعے سے ان معاملات کو درست کیا جائے۔ جب ان کو بھی اجازت نہیں دی گئی تو آپ کو یاد ہو گا، انہوں نے استعفیٰ دے دیا تھا کہ میں اپنے لوگوں پر طاقت کا استعمال مناسب نہیں سمجھتا۔ ابھی چند روز پہلے بھی جب وہ ٹیلی وژن پر آئے تو انہوں نے یہی کہا کہ اگر اس ذریعے اور طریقے سے جو ہمارا روایتی طریقہ ہے، اگر ان معاملات کو حل کر لیا جاتا تو یہاں تک نوبت نہ آتی۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ کوئی یکطرفہ بات نہیں تھی کہ جو لوگ وہاں پر شریعت کا مطالبہ کر رہے تھے ان کا مطالبہ بھی کافی حد تک منظور کر لیا گیا تھا۔ اس کے لیے بھی مرکزی حکومت اور پارلیمنٹ نے اجازت دی تھی کہ ان کے ساتھ یہ معاملہ طے کر لیا جائے لیکن ایک معاملے پر آ کر ایسی الجھن پیدا ہوئی کہ دوبارہ پھر طاقت کا استعمال شروع ہو گیا۔ یہ اس قدر زیادہ ہے کہ دونوں طرف کا بے پناہ نقصان ہوا ہے۔ اتنی بڑی تعداد میں لوگ وہاں سے نقل مکانی کر کے اپنی جانیں بچانے کے لیے وہاں سے آ گئے ہیں کہ جس کی مثال پاکستان کے اندر نہیں ملتی ہے کہ اتنی بڑی تعداد میں Internally Displaced Persons پاکستان میں ہوئے ہوں۔ ایک تو ان کا پورا census نہیں ہے اور دوسرے کوئی ایسا طریقہ کار بھی اختیار نہیں کیا گیا کہ جس سے یہ پتا چل سکے کہ ان کی اصل میں پوری تعداد کتنی ہے لیکن اندازے یہی ہیں کہ ان کی تعداد تیس لاکھ کے قریب ہے۔ ان میں سے تھوڑی تعداد کیمپوں میں ہے، جہاں پر ان کی registration بھی ہوئی ہے، باقی لوگوں نے یا تو اپنے ذرائع سے کرایہ پر رہائشیں لے لی ہیں، رشتے داروں کے پاس چلے گئے ہیں یا پورے پاکستان میں اور جگہوں پر مارے مارے پھر رہے ہیں، اس سے بد نظمی کا ایک نقشہ پیش ہوتا ہے۔ آئے روز ہم ٹی وی پر دیکھتے ہیں کہ جو لوگ ان کیمپوں میں رہ رہے ہیں وہ زیادہ شکایتیں ہی کرتے ہیں کہ جہاں پر پنکھے ہیں وہاں پر بجلی نہیں ہے اور جہاں پر بجلی ہے وہاں پر پنکھے نہیں ہیں۔ جن علاقوں سے وہ آئے ہیں وہ ٹھنڈے علاقے ہیں اور جن علاقوں میں وہ رہ رہے ہیں وہاں پر گرمی کی شدت زیادہ ہے۔ خوراک اور اس کی distribution کا معاملہ ہے۔ ہمیں یہ اطمینان ضرور ہے کہ حکومت پنجاب نے نہ صرف یہ کہ لوگوں سے کہا ہے کہ اپنے طور پر وہاں پر چیزیں بھجوائیں بلکہ حکومت کی طرف سے بھی وہاں پر ہر ہفتے کروڑوں روپے کی مالیت کا آٹا بھیجا جا رہا ہے۔ یہ impression غلط ہے کہ وہاں پر گندم بھیجی جا رہی ہے بلکہ حکومت پنجاب اپنے مالی ذرائع سے گندم خرید کر، اسے ملوں سے پیسے دے کر پسوانے کے بعد ان کیمپوں تک پہنچانے کا خود کرایہ ادا کرتی ہے اور وہاں پر World Food Programme کے لوگوں کے حوالے کرتی ہے، یہ سارا free ہے۔ یہ کسی پر احسان نہیں

ہے، وہ پاکستانی ہیں اور اس وقت مصیبت میں گھرے ہوئے ہیں، ہر ایک کا یہ فرض بنتا ہے کہ ان کی مدد کرے۔ بجائے اس کے کہ ہم باقی دنیا سے جھولیاں پھیلا کر ان سے مانگیں، اگر ہم نے اس کا انتظام پہلے کر لیا ہوتا، یہ پہلے سوچ لیا ہوتا کہ جس انداز سے حالات وہاں پر پیدا ہوں گے، وہاں سے لوگ اپنے گھروں سے نقل مکانی کریں گے تو ان کے لیے یہ نہ کیا جاتا کہ جب لوگ آ گئے تو پھر خیموں کی میخیں ٹھونکنی شروع ہوئیں اور وہاں پر انتظام کرنے کی کوشش کی گئی۔ اس سے کوئی اچھا تاثر نہیں آیا کیونکہ اس سے پہلے بھی اگر زلزلہ آیا ہو سیلاب آیا ہو تو disaster management کا کوئی طریقہ تجویز کیا جاتا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ وہ ادارہ اپنا کام صحیح طور پر نہیں کر رہا ہے۔ ہمیں آج تک وہ سلیقہ ہی نہیں آیا کہ ہم اپنے لوگوں کا ملک کے اندر اپنے وسائل سے علاج کریں اور باقی چیزوں کے لیے کوئی مداوا کر سکیں۔ پنجاب حکومت نے پہلے بتیس کے قریب ٹیمیں بھیجی تھیں، اس کے بعد آٹھ یا دس ٹیمیں بھیجی ہیں جن میں مرد اور خواتین ڈاکٹرز بھی شامل ہیں، دوائیں اور باقی آلات بھی ہیں، جن کے ذریعے سے ان لوگوں کا علاج بھی کیا جا رہا ہے۔ یہ ٹیمیں اس وقت تک وہاں پر موجود رہیں گی جب تک ان لوگوں کو ان کی ضرورت ہو گی۔

پاکستان کے مختلف علاقوں سے لوگ چیزیں وہاں پر بھجوا رہے ہیں لیکن ہم آئے روز دیکھ رہے ہیں کہ حکومت کی طرف سے یہ کہا جا رہا ہے کہ ابتداء میں جو commitment کی گئی تھی وہ پوری نہیں کی گئی ہے، اس میں پیسے نہیں آئے اور U.N. کے ادارے نے بھی یہ کہا ہے کہ اگر چند ہفتوں کے اندر مزید رقم نہ دی گئی تو پھر شاید وہاں پر ایک ایسا human disaster ہو جس کی نظیر اس خطے میں نہیں ملتی۔ اس لیے یہ بڑا قیامت خیز منظر ہو گا کہ وہ وسائل جن پر آج ہم بھروسہ کیے ہوئے ہیں وہ ہمیں حاصل نہ ہوں، اس لیے ایک campaign چلائی جائے۔ پاکستان کے اندر یقیناً ایسے لوگ ہیں جن کے پاس وسائل کی کمی نہیں ہے، پاکستان میں ایسے ایسے لوگ، ایسے ایسے خاندان موجود ہیں جن کے پاس بے پناہ پیسہ ہے لیکن share کرنے کی بات، اسے اس اعتماد کے ساتھ وہاں پر دینے کی بات کہ وہ امداد ناجائز استعمال نہیں ہو گی، وہ لوگوں کے اپنے گھروں میں نہیں جائے گی کیونکہ ایک تصویر میں نے دیکھی ہے اور آپ نے بھی انگریزی کے ایک اخبار میں دیکھی ہو گی کہ جو چیزیں لوگوں نے باہر سے ان لوگوں کی امداد کے لیے بھیجی ہیں وہ بازاروں میں بک رہی ہیں۔ کیا حکومت وقت کا یہ فرض نہیں ہے کہ ایسے لوگوں کو صحیح طریقے سے ایسی سزائیں دے کہ آئندہ کسی کو بھی ایسی ہمت نہ ہو کہ ان لٹے پٹے لوگوں کے لیے باہر سے آنے والی امداد کو بازاروں میں بیچنے کی کوشش کرے؟ اس کا انسداد ہونا چاہیے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ پہلو بھی بہت اہم ہے اور جب یہاں پر briefing ہوئی تھی اس میں بھی یہ کہا گیا تھا کہ foreign interference ہے۔ جو اسلحہ وہاں پر استعمال ہو رہا ہے، مسلسل انہیں پہنچ رہا ہے، پاکستان کی مسلح افواج کے خلاف استعمال ہو رہا ہے وہ اسلحہ کہاں سے آ رہا ہے یہ بات اب واضح ہو گئی ہے۔ اگر وہ NATO کا اسلحہ ہے، وہ امریکی افواج کا اسلحہ ہے تو اس بات کی تحقیقات ضرور ہونی چاہیے کہ وہ اسلحہ یہاں تک کیسے پہنچتا ہے؟ اگر یہ کہا جاتا ہے کہ یہاں سے کوئی آدمی افغانستان کے اندر نہ جانے پائے، وہاں کے مقامی لوگوں کی امداد نہ کرے تو کیا اس بات کا اہتمام نہیں کیا جا سکتا؟ کیا NATO Forces اس بات کا خیال نہیں رکھ سکتیں؟ کیا کوئی ایسا بین الاقوامی انتظام نہیں کیا جا سکتا کہ وہاں سے جو چیزیں یہاں آ رہی ہیں، اسلحہ اور پیسہ آ رہا ہے، بار بار ہندوستان کا بھی نام لیا جاتا ہے لیکن اس بارے میں حکومت پاکستان نے آج

تک مؤثر آواز کیوں نہیں اٹھائی؟ لوگ یہ بھی مطالبہ کرتے ہیں کہ اگر انڈیا ذرا سی کوئی بات ہو، کوئی واقعہ گزرے پندرہ منٹ بھی نہیں گزرتے ہیں کہ ان کی انگلی پاکستان کے خلاف اٹھ جاتی ہے۔ وہ پوری دنیا میں واویلہ مچا دیتے ہیں، وہ اپنے ساری سفارتی ذرائع استعمال کرتے ہیں، پاکستان کو under pressure لانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن اس کے مقابلے میں جب پاکستان کے مختلف ذمہ دار لوگ یہ کہتے ہیں کہ انڈیا اس میں ملوث ہے، انڈیا بلوچستان کے اندر بھی ملوث تھا۔ انڈیا یہاں پر بھی ملوث ہے، انڈیا کے جو بہت زیادہ سفارتی دفاتر وہاں پر کھلے ہوئے ہیں وہ وہاں پر کیا کر رہے ہیں؟ کیا وہ پاکستان کے خلاف ان سازشوں میں شریک نہیں ہیں؟ اس بارے میں کیا حکومت پاکستان اپنے سفارتی ذرائع سے، اپنے حکومتی ذرائع سے اپنے مفادات کی حفاظت کے لیے، اپنی سلامتی کے لیے آواز بھی بلند نہیں کر سکتی؟ وہ کیا رکاوٹ ہے کہ اس بارے میں کوئی ایسی کارروائی نہیں کی جا سکتی کہ جس سے یہ دروازہ بند ہو؟ جس سے وہاں کے لوگوں کو پاکستان کی مسلح افواج کے خلاف استعمال ہونے سے روکا جا سکے۔

تیسری بات یہ کہ اگر وہاں پر جیسے کہتے ہیں کہ جی آرمی وہاں پر علاقوں کو clear کر رہی ہے، خدا معلوم کہ جو لوگ ان کیمپوں میں یہاں آئے ہیں آیا ان میں وہی لوگ تو شامل نہیں ہو گئے تھے اور جب ان لوگوں کو کہا جائے گا کہ آپ واپس اپنے علاقوں میں جائیں تو اس بات کا کیا اہتمام کیا گیا ہے کہ وہ لوگ جو پہلے تشدد پر اترے ہوئے تھے وہ ان لوگوں کے ساتھ پھر واپس نہیں چلے جائیں گے؟ لوگ جو خوفزدگی کے عالم میں وہاں کھڑے ہو کر بات نہیں کر سکتے تھے کہ ان پر کیا بیت رہی ہے، کیا وہ لوگ پھر اسی position پر نہیں آ جائیں گے؟ اس لیے جہاں جہاں علاقہ clear ہوتا ہے تو وہاں پر سول انتظامیہ کو بھیجنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ فوج کو وہاں پر کافی وقت رہنا پڑے گا، ایسا نہیں ہے کہ وہاں پر اگر وقتی طور پر امن آ گیا، وہاں سے کچھ لوگ بھاگ گئے، کچھ چھپ گئے، کچھ نے ہتھیار ڈال دیے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہاں پر ایسا امن قائم ہو جائے گا کہ یہ بیچارے لوگ پھر وہاں پر واپس جائیں گے اور اس کی کیا guarantee ہے کہ انہیں ایک مرتبہ واپس نہ آنا پڑے؟ اس لیے یہ ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے کہ ان کی وہاں پر حفاظت کا بندوبست کیا جائے، وہاں ایسا اہتمام کیا جائے کہ وہ اپنے گھروں کے اندر، اللہ معلوم وہاں پر کتنے گھر محفوظ ہیں، وہاں پر کوئی ہسپتال باقی رہا ہے کہ نہیں، وہاں پر کتنے سکول باقی رہ گئے ہیں، اس لیے اس طرف توجہ دینی چاہیے کہ اگر infrastructure دوبارہ وہاں پر بحال نہ کیا گیا، اس کے لیے رقم مختص نہ کی گئی اور ایک efficient ادارہ قائم نہ کیا گیا جو وہاں مقامی طور پر ان چیزوں کو کھڑا کر سکے تو لوگ وہاں پر نہ جا سکیں گے نہ وہاں پر رہ سکیں گے، اس لیے اگر معاملہ طوالت پکڑتا ہے۔ تو میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ پاکستان کے مخالف اور دشمن یہ ضرور چاہیں گے کہ پاکستان اس معاملے میں الجھا رہے، پاکستان کے اندر کوئی investment نہ آئے، پاکستان مالی طور پر مزید نیچے جائے اور پاکستان اس مصیبت سے جان نہ چھڑا سکے۔ اس لیے ہمیں ایک planning کے ذریعے، مشاورت کے ذریعے۔ جو پچھلے دنوں وزیر اعظم صاحب نے مشاورت کی وہ بہت delayed مشاورت تھی جس کی تجویز بہت پہلے سے آئی ہوئی تھی، میاں نواز شریف صاحب نے یہ کہا تھا کہ ساری سیاسی پارٹیاں جو پارلیمنٹ کے اندر ہیں یا باہر ہیں انہیں بلوا کر آپ مشاورت کریں اور مشاورت کے بعد پھر آپ کوئی ایسا عمل کریں لیکن military operation پہلے شروع ہو گیا، وزیر اعظم صاحب کا بیان کئی دن کے بعد آیا۔ اس کے بعد

Cabinet meeting ہوئی اور اس کے بعد پھر لیڈرز کو بلوایا گیا۔ میں یہ کہتا ہوں کہ وہاں پر جو میٹنگ ہوئی تھی میں اس میں موجود تھا، وہاں پر یہ طے ہوا تھا کہ بلوچستان کے مسئلے پر ایک ہفتے کے اندر کانفرنس بلائی جائے گی لیکن آج تک وہ بھی نہیں بلائی گئی۔ اسی طریقے سے وہاں جو کچھ ہونا ہے اس کے لیے بھی مسلسل مشاورت کا سلسلہ جاری رہنا چاہیے تب ہی جا کر یہ معاملہ سلجھ سکتا ہے اس کے بغیر نہیں ہو سکتا ہے۔ بہت بہت شکریہ۔

جناب چیئرمین: بہت بہت شکریہ۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ نصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ جناب چیئرمین! آپ کا بہت بہت شکریہ۔ میں سب سے پہلی بات یہ کہنا چاہتا ہوں کہ سوات میں جو کچھ ہو رہا ہے اور اس کے نتیجے میں Internally Displaced Persons کا جو مسئلہ پیدا ہوا ہے یہ ایک قومی مسئلہ ہے، یہ ایک انسانی مسئلہ ہے اور بحیثیت مسلمان یہ ہمارے لیے ایک اسلامی مسئلہ ہے، اس پر حکومت، اپوزیشن اور پارٹی ترجیحات کی بجائے قومی مسئلے کی حیثیت سے غور کیا جائے۔ میری یہ کوشش ہو گی کہ اس ضمن میں آپ سے چند باتیں کہوں لیکن پہلی بات جو میں کہنے پر مجبور ہوں وہ یہ ہے کہ حکومت نے ماضی کی حکومتوں کی طرح قومی معاملات میں سینیٹ کو نظر انداز کیا ہے۔ اس مسئلے پر قومی اسمبلی میں گفتگو ہوئی، قومی اسمبلی کی سیاسی پارٹیوں کو briefing دی گئی لیکن سینیٹ کو نظر انداز کیا گیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ رویہ غلط ہے اس کی اصلاح ہونی چاہیے اور میں خصوصیت سے لیڈر آف دی ہاؤس سے اپیل کروں گا کہ وہ پارٹی مفادات سے بلند ہو کر حکومت سے کہیں کیونکہ وہ اس ایوان کے حقوق کے محافظ ہیں اور جناب چیئرمین! آپ اس ایوان کے حقوق کے محافظ ہیں اور یہ آپ کی ذمہ داری ہے کہ حکومت کو متوجہ کریں، احتجاج بھی کریں اور آئندہ کے لیے یہ معاملہ ختم ہونا چاہیے۔ جو بھی قومی مسئلہ ہو قومی اسمبلی کے ساتھ ساتھ سینیٹ کو فوری طور پر بلایا جائے، یہاں غور کیا جائے اور سینیٹ جو سفارشات دے ان کو قرار واقعی اہمیت دی جائے۔

جناب والا! دوسری بات میں یہ کہنا چاہتا ہوں بلکہ میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ حکومت کی پالیسی کون بنا رہا ہے۔ آیا وہ مخلوط حکومت جس کے بارے میں دستور کے تحت کہا جا رہا ہے کہ وہ اس وقت ذمہ دار ہے لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ اس مخلوط حکومت میں سے ایک پارٹی کوئی اور بات کہہ رہی ہے، دوسری پارٹی کوئی اور بات کہہ رہی ہے۔ عوامی نیشنل پارٹی کے سینیٹر حالانکہ وہ صوبے اور وفاق میں حکومت میں شریک ہیں لیکن وہ مجبور ہو رہے ہیں کہ اس ایوان میں اور پبلک پلیٹ فارم پر احتجاج کریں۔ یہی صورت JUI کی ہے۔ کیا صوبائی اور مرکزی کابینہ ان معاملات کو deal کر رہی ہے اور اگر کر رہی ہے تو حکومت میں شریک جماعتیں اس پالیسی کے بنانے میں شریک ہیں تو پھر احتجاج کیا معنیٰ۔ اور اگر کابینہ پالیسی نہیں بنا رہی تو کون deal کر رہا ہے؟ یہ governance کا بڑا بنیادی مسئلہ ہے اسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

جناب والا! تیسری بات میں یہ کہوں گا کہ سوات کا مسئلہ کوئی نیا مسئلہ نہیں ہے۔ یہ ساتواں معاہدہ ہوا ہے۔ تقریباً اڑھائی سال سے یہ سلسلہ جاری ہے معاہدات کا سلسلہ 2006 سے شروع ہوا ہے جبکہ اس علاقے کے اندر کشمکش کا آغاز 2004 سے شروع ہوا ہے لیکن ہم نے نہ اس سے کوئی سبق سیکھا ہے اور نہ پارلیمنٹ کی رہنمائی کو کوئی اہمیت دی ہے۔ جناب والا! اس پارلیمنٹ نے ۲۲ اکتوبر کو ایک متفقہ قرارداد پاس کی اور وہ قرارداد بڑی جامع ہے۔ وہ ایک

integrated, comprehensive strategy پیش کرتی ہے اور اس کے نتیجے میں پارلیمنٹ کی جو کمیٹی national security پر بنائی گئی تھی اس نے مارچ میں اپنا کام مکمل کر کے اپریل میں ایک رپورٹ ان تیرہ نکات کے بارے میں جو operational ہیں پیش کر دی تھی لیکن مجھے دکھ سے کہنا پڑتا ہے کہ جو کچھ کیا جارہا ہے خواہ مرکزی حکومت کرے یا صوبائی حکومت کرے، پارلیمنٹ کی رہنمائی کو نظر انداز کر کے بلکہ اس کے برعکس کر رہے ہیں اور صاف نظر آ رہا ہے کہ یہ سب کچھ بیرونی دباؤ کے تحت کیا جارہا ہے جس نے اس پورے معاملے کو بگاڑ کر رکھ دیا ہے۔ یہ مزید بگڑ رہا ہے اور خدانخواستہ مزید بگڑے گا اگر اب بھی ہم نے ہوش کے ناخن نہ لیے اور اس سلسلے میں جو ایک realistic approach ہو سکتی ہے اسے اختیار نہ کیا۔ میں آپ کو اس طرف متوجہ کروں گا کہ اس قرارداد میں سب سے پہلی بات یہ کہی گئی ہے کہ مسئلے کی جڑ ہماری تین بنیادی خامیاں ہیں جنہیں دور کرنا ضروری ہے۔ پہلی ہماری خارجہ پالیسی ہے جو پرویز مشرف کے زمانے میں پاکستان سے زیادہ امریکہ کے مفاد کی پالیسی بنی، قرارداد میں کہا گیا ہے کہ اس کو review کر کے ایک truly independent policy کی ضرورت ہے۔ دوسری war on terror جس کے بارے میں قرارداد میں صاف کہا ہے کہ we have to revisit the entire strategy and even its modalities. تیسرا پاکستان کا سیکیورٹی مثالیہ (paradigm) ہے اس کو review کرنے کی ضرورت ہے اور اس نے چوتھا اصول یہ پیش کیا ہے کہ force is not a solution, قوت کے استعمال کی دھمکی اور امکان جسے deterrent کہا جاتا ہے صحیح پالیسی ہے۔ اسے deterrent رہنا چاہیے operational نہیں۔ اصل چیز dialogue ہے، development ہے، سیاسی حل ہے اور writ of the government محض ڈنڈے کا نام نہیں ہے، writ of the government قانون کی حکمرانی کا نام ہے، دستور کے مطابق کام کرنے کا نام ہے، جو انتظامیہ کا ڈھانچہ بنایا گیا اس کے مطابق نظام کو لے کر چلنے کا نام ہے، آپ محض گولے برسا کر یہ کام نہیں کر سکتے پھر اس میں یہ بھی ایک بڑی بنیادی بات کہی گئی تھی جس کو نظر انداز کیا جارہا ہے کہ اس process کے اندر all stakeholders should be taken on board. یہ بڑا بنیادی نکتہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ہم کس سے بات کریں، دہشت گردوں سے، جناب والا! میں نے اس سے پہلے بھی کہا ہے اور آج بھی کہتا ہوں کہ جہاں ہم نے ہر terrorist activity کی مذمت کی ہے خواہ وہ طالبان نے کی ہو یا حکومت نے کی ہو یا کسی اور فرد یا گروہ نے کی ہو لیکن جب تک آپ مسئلے کی صحیح صحیح تشخیص نہیں کرتے اس کا حل ممکن نہیں، آج طالبان کیا ہیں، کون طالب ہے اور کون طالب نہیں ہے، طالبان کے نام پر کون کون operate کر رہا ہے جب تک آپ ان تمام چیزوں کا صحیح صحیح تجزیہ کر کے کوئی پالیسی نہیں بنائیں گے۔۔ اسی لیے کہا گیا ہے all stakeholders. سے معاملہ کیا جائے۔ رہی یہ بات ہے کہ جس کے پاس بندوق ہے اس سے ہم بات نہیں کریں گے، یہ ایک غیر حقیقی بات ہے اس لیے کہ دنیا میں جہاں کہیں بھی قوت کا استعمال ہوا ہے تو جو افراد قوت کا استعمال کر رہے ہیں انہی سے بات کی جاتی ہے کیا کینیا میں جوموکنیاٹا (Jomo Kenyatta) کے ساتھ بات نہیں کی گئی؟ کیا ساؤتھ افریقہ میں اے این سی سے بات نہیں کی گئی؟ کیا نیلسن منڈیلا کو ستائیس سال تک دہشت گرد نہیں قرار دیا گیا؟ کیا انگلستان میں آئی آر اے کی قیادت جو بندوق تھامے ہوئے تھی اور اٹھارہ سال سے خون بہا رہی تھی، ان سے بات نہیں کی گئی؟ تو آپ محض cliché میں بات نہ کریں

جو حقیقت پسندانہ پالیسی ہے وہ اختیار کریں۔ ابھی کل ہی کی بات ہے کہ اوبامہ صاحب نے بڑے طمطراق کے ساتھ جو تقریر فرمائی ہے اور اس میں کہا ہے کہ مسئلہ کا کوئی military solution نہیں ہے لیکن وہ کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ ہیں اور ان کا عمل یہ ہے کہ پاکستان میں جب بھی مذاکرات کے ذریعے معاملات کو حل کرنے کی کوشش کی گئی تو امریکہ نے اسے سبوتاژ کیا۔ پہلا معاہدہ 2006 میں شکئی کا ہوا اور اس کی سیاہی ابھی خشک نہیں ہوئی تھی کہ امریکہ نے باجوڑ پر حملہ کیا ، چھ دن کے اندر اس معاہدے کو سبوتاژ کر دیا گیا۔ اس موقع پر بھی یہی ہوا ہے۔ جناب والا! میں صاف الفاظ میں کہنا چاہتا ہوں کہ بظاہر عوامی نیشنل پارٹی کی حکومت نے سنجیدگی سے کوشش کی کہ کوئی راستہ نکل آئے لیکن ان کی بنیادی غلطی یہ تھی کہ ایک طرف انہوں نے تمام stakeholders کو involve نہیں کیا، صرف ایک فرد پر بھروسہ کیا حکومت نے علاقے میں اثر رکھنے والی جماعتوں اور شخصیات کو شریک معاہدہ نہیں کیا۔ دوسری طرف جو معاہدہ انہوں نے کیا، وہ trust deficit کا شکار ہوا۔ جہاں تک نظام عدل کے نفاذ کا مسئلہ ہے، یہ نیا مسئلہ نہیں ہے، یہ پرانا مسئلہ ہے اور اس کو confuse نہیں کرنا چاہیے وہاں کے موجودہ حالات میں۔ اسے پہلے ہو جانا چاہیے تھا، اب اگر ہو گیا ہے تو بہت اچھا ہوا اور اسے قائم اور نافذ ہونا چاہیے لیکن آپ نے راستہ کیا اختیار کیا۔ ایک طرف آپ نے معاہدہ کیا اور دوسرے طرف صدر صاحب اس معاہدے پر آٹھ ہفتے بیٹھے رہے اور دستخط نہیں کیے اور جب تک دستخط نہ ہو جائیں اس وقت تک وہ قانون نہیں بنتا۔ دوسرے الفاظ میں یہ آٹھ ہفتے یعنی دو مہینے ایک گومگو کی کیفیت میں مبتلا رہے اور عوام اور معاہدہ کے دوسرے شریک شکوک و شبہات میں رہے، پھر جس وقت دستخط ہوئے تو آپ یہ دیکھیے کہ دنیا میں کیا شور مچایا گیا، حتیٰ کہ ہیلری کلنٹن نے publicly یہ بات کہی کہ پاکستانی عوام اٹھ کھڑے ہوں اس کے خلاف۔ سارا pressure استعمال کیا گیا ہے۔

میری نگاہ میں معاہدہ جو sabotage ہوا ہے اس میں طالبان کی غلطیاں بلاشبہ ہیں لیکن اس سے زیادہ بڑی غلطی مرکزی حکومت کی ہے، امریکہ کی ہے اور جو کچھ ہوا بیرونی pressure کے تحت ہوا ہے، جس کے نتیجے میں امن وامان اور مہاجرت کا مسئلہ پیدا ہوا ہے۔ میں یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ فوجی آپریشن کی ناکامی کا اس سے بڑا ثبوت کوئی اور نہیں کہ اس کے نتیجے میں مجرموں کے ساتھ ساتھ بڑی تعداد میں معصوم بھی مارے گئے ہیں، شہر تباہ ہوئے ہیں، گھر تباہ ہوئے ہیں، گاؤں تباہ ہوئے ہیں، infrastructure تباہ ہوا ہے اور 30 سے 35 لاکھ افراد خود اپنے ملک میں بے گھر ہو گئے ہیں۔ آپ اس کی انسانی cost دیکھیے، آپ اس کی economic cost دیکھیے، ایک دن کے فوجی آپریشن پر آپ کا کروڑوں روپیہ خرچ ہو رہا ہے۔ وہ لوگ کھڑی فصلیں چھوڑ آئے ہیں، باغات چھوڑ کر آئے ہیں، بڑے پیمانے پر economic dislocation واقع ہوئی ہے۔ جو لوگ آئے ہیں ان کو support کرنے کا مسئلہ ہے۔ آپ نے 25 ہزار روپے دینے کا وعدہ کیا ہے۔ اگر چار لاکھ پچاس ہزار families ہیں اور 25 ہزار روپے فی family آپ دیتے ہیں تو اس کے لیے 14 ارب روپے چاہئیں۔ آپ واپسی پر مزید دینا چاہتے ہیں تو اس کے لیے آپ کو 28 ارب روپے چاہئیں صرف اس کام کے لیے، ان کو sustain کرنے کے لیے لیکن کیا حکومت نے یہ fund فراہم کیے ہیں؟ کیا آپ کو اندازہ نہیں تھا کہ کس پیمانے پر یہ migration ہو گی؟ آپ نے خود اعلان کیا کہ گھروں کو چھوڑ دو لیکن ان کو receive کرنے کا، ان کو support کرنے کا، ان کو transport فراہم کرنے کا، ان کو سر چھپانے کی جگہ فراہم کرنے کا کوئی انتظام نہیں کیا۔ یہ

کیسی حکومت اور آداب حکمرانی ہیں؟ یہ کیا صورتحال ہے؟ آپ خود ذمہ دار ہیں اس پوری صورتحال کے۔ ساتھ ہی میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ ہم نے فوجی آپریشن کی کل بھی مخالفت کی تھی، آج بھی مخالفت کر رہے ہیں اور ہمیشہ مخالفت کریں گے۔

ہمارا مطالبہ ہے کہ فوجی آپریشن جلد از جلد ختم کیا جائے۔ حکومت کی writ ہم بھی چاہتے ہیں لیکن حکومت کی writ کے لیے بے حد ضروری ہے کہ وہاں کا administrative نظام، وہاں کے روایتی نظام، وہاں کی پولیس، وہاں کی levy, وہاں کے scouts,اور Frontier Corp کو منظم و متحرک کیا جائے افراد، یہ ادارے ہیں، وہاں کے علماء ملک اور جرگہ کو موثر بنائیے یہ اصلاح احوال کا اصل طریقہ ہے، tribal leaders, civil administration, judicial administration کے بغیر کسی حکومت کی writ قائم نہیں ہو سکتی۔

پھر میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ فوجی آپریشن کا جو طریقہ اختیار کیا گیا ہے، یعنی aerial bombing, اور آرٹلری کا بڑے پیمانے پر استعمال کیا کوئی فوج، کوئی حکومت اپنی عوام کے خلاف خواہ insurgency ہو، خواہ secession ہو یہ راستہ اختیار نہیں کرتی۔ یہ صرف امریکہ نے ویتنام میں اختیار کیا تھا یا اسرائیل فلسطین میں کر رہا ہے، یہ سری لنکا کی حکومت نے اختیار کیا تو مغربی اقوام نے اس کی مذمت کی ذرا آپ غور سے دیکھیے کہ یہ دونوں آپریشن ساتھ ساتھ ہو رہے ہیں، امریکہ، یورپ اور United Nations, سری لنکا کی حکومت کو condemn کرتے ہیں کہ تم terrorists کے خلاف ہوائی قوت اور artillery استعمال نہ کرو اور ہم سے کہتے ہیں کہ استعمال کرو اور اگر نہیں کرو گے تو ہم تمہارا ناطقہ بند کر دیں گے۔ میری نگاہ میں فوج کو اگر استعمال کرنا ہی تھا تو اس کا راستہ artillery نہیں، اس کا راستہ air power نہیں، اس کا راستہ ہے infantry. اور SSG کا استعمال ہے۔ ہم سے آپ کہتے ہیں کہ فوج کی اندرونی بغاوت کا مقابلہ کرنے کی training نہیں ہے۔ امریکہ آپ کے لوگوں کو training دے لیکن آپ کو معلوم ہے کہ سری لنکا کے وزراء نے کیا کہا ہے؟ انہوں نے کہا ہے کہ پاکستانی فوج کی مدد پورے عرصے میں ان کی training اور ان کا دیا ہوا اسلحہ ہم نے اپنے ہاں تامل ٹائیگرز کو قابو کرنے میں استعمال کیا ہے۔ اگر وہاں آپ دن کو یہ کچھ دے سکتے ہیں تو صلاحیت موجود ہے۔ اب امریکہ کے آگے ہاتھ پھیلانے اور اپنے در و دیوار ان کے لیے کھولنے کی کیا مصلحت ہے۔

جناب والا! یہ بڑے serious سوالات ہیں۔ پھر corruption ہے۔ اس وقت بھی جبکہ قوم ایک crisis میں ہے، میں صاف طور پر کہنا چاہتا ہوں کہ اس قوم کے پاس وسائل بھی موجود ہیں اور جذبہ بھی موجود ہے لیکن اعتماد نہیں ہے سیاسی قیادت اور انتظامیہ دونوں عوام کے اعتماد سے محروم ہیں۔ زلزلے کے موقعے پر آپ نے دیکھا کہ کس طرح کراچی سے خیبر تک ہر فرد متحرک ہو گیا۔ انہوں نے اپنی جیبیں کھول دیں۔ آج کیوں ایسا نہیں ہے۔ اس لیے کہ انہیں آپ پر اعتماد نہیں رہا بلکہ مجھے دکھ سے کہنا پڑتا ہے کہ بیرونی donors بھی، خفیہ نہیں بلکہ publicly, ان کے اخبارات، ان کے نمائندے صاف کہہ رہے ہیں کہ ہمیں حکومت پر اعتماد نہیں ہے کہ جس مقصد کے لیے پیسہ دیا جائے گا اسے اس مقصد کے لیے استعمال کیا جائے۔ اس لیے وہ مطالبہ کر رہے ہیں کہ مدد اجناس کی شکل میں (in kind) دیں یا وہ خود آ کر دینا چاہتے ہیں کیونکہ ان کو اس حکومت پر اعتماد نہیں ہے۔ یہ کیا غضب ہے۔ جب تک آپ corruption پر

control نہیں کرتے ملک اور ملک سے باہر آپ اعتماد سے محروم رہیں گے جہاں تک عوام کا تعلق ہے وہ اب بھی دل کھول کر مدد کر رہے ہیں۔آپ یہ دیکھیے کہ 35, 30لاکھ افراد میں سے صرف دولاکھ افراد آپ کے کیمپوں میں ہیں جبکہ باقی تین ملین افراد وہ ہیں جن کو لوگوں نے اپنے گھروں میں support کیا ہے۔ جن کی کوئی رشتہ داری نہیں تھی انہوں نے بھی اپنے گھر کھول دیے ہیں۔ یہ جذبہ تو آج بھی موجود ہے بشرطیکہ انہیں یقین ہو کہ ہاں! ہم مستحقین کی مدد کریں گے یہ پیسہ ضائع نہیں ہوگا۔ الخدمت فاؤنڈیشن پاکستان اسلامک میڈیکل ایسوسی ایشن کے کارکنان ہر کیمپ میں موجود ہیں، ہر راستے پر موجود ہیں، خدمت کر رہے ہیں۔ جماعت اسلامی نے ہر مقام پر مدد کا اہتمام کیا ہے اور اسے بچشم سر دیکھا جا سکتا ہے اور الحمد للہ ان تین ہفتوں میں کئی ارب روپے,cash کھانا، services پاکستانی عوام نے دیں اور کسی پر احسان نہیں کیا، یہ ہماری ذمہ داری ہے۔اس context میں مجھے یہ بھی کہنے دیجیئے کہ جن افراد نے سندھ میں کراچی میں مسئلہ پیدا کیا ہے، no go area بنانے کی کوشش کی ہے۔ وہ ملک کے خیر خواہ نہیں ہے۔ یہ IDPs ہمارے شہری ہیں اور ملک کے ہر حصہ پر ان کا حق ہے۔ صرف ان کو ہی نہیں کراچی کے رہنے والے پشتون بھائیوں کو بھی ہراساں کیا ہے کل بھی وہاں پر لوگ مارے گئے ہیں۔ یہ قوم اور ملک کے ساتھ دشمنی ہے یہ دوستی نہیں ہے۔ افسوس ہے کہ یہ لوگ حکومت میں بیٹھے ہوئے ہیں اور یہ حرکتیں بھی کر رہے ہیں۔

جناب والا! مجھے اجازت دیجیئے وقت چونکہ بہت کم ہے کہ میں صرف چند پوائنٹس پر اپنی بات کو ختم کرتا ہوں۔ میری نگاہ میں سب سے پہلی ضرورت یہ ہے کہ ہم اس بات کو تسلیم کریں کہ مسئلے کا فوجی حل نہیں ہے اور آپریشن کو ختم کیا جائے۔

۲) اس کے لیے civil political process شروع کیا جائے، dialogue اور سول انتظامیہ کے ذریعے عوام کو اعتماد میں لے کر جرگہ کے روایتی طریقے کے ذریعے سے اس کام کو سرانجام دیجیئے۔

۳) تیسری بات میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ سوات اور ملاکنڈ میں نظام عدل کے نفاذ کے بارے میں کوئی تساہل نہ کیا جائے اس لیے کہ اس کا تعلق ان چیزوں سے نہیں ہے وہ وہاں پر لازما in letter and spirit introduce ہونا چاہیے اور آپ دیکھیں گے کہ اس کے اثرات نکلیں گے اور اس کے بغیر یہ خلا رہے گا اور اس کے بغیر وہاں پر ہمیشہ شورش رہے گی۔

۴) اگلی بات میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ملک کو اپنا پیٹ کاٹ کر کے ہر شہری کو اپنے تباہ حال بھائیوں، بہنوں، بوڑھوں اور بچوں کی مدد کرنا چاہیے، خاص طور پر حکومت کی شہ خرچیاں ختم کرنی چاہیں آپ کو معلوم ہے کہ ایک ایک وزیر کے اوپر سالانہ ایک کروڑ خرچ ہو رہا ہے۔ اس اسمبلی اور سینیٹ کے ہر ممبر پر تیس لاکھ تینتیس لاکھ روپیہ خرچ ہو رہا ہے ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے اخراجات کو کم کریں۔ مستحقین کو دیں۔ وسائل فراہم کریں اور اس کے لیے میرے اندازے کے مطابق جو نقصان ہوا ہے وہ ڈیڑھ سے دو سو ارب روپے کم سے کم ہے۔ اس میں جانی نقصان شامل نہیں ہے۔

۵) اگلی بات میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ relief and rehabilitation کے لیے ایک integrated programme ہونا چاہیے۔ ہمیں دکھ ہوتا ہے کہ 2005 کے زلزلے کے بعد کہا گیا تھا کہ ہم ایک نیشنل ایمرجنسی سیل بنا

رہے ہیں اور جہاں کہیں بھی کوئی واقعہ ہو گا وہ فوراً respond کریں گے لیکن معلوم ہوا کہ کوئی نظام موجود نہیں تھا۔ اور وزیر اعظم صاحب کو پھر آج ایک task force بنانی پڑی ہے اور اس کے لیے انہیں آزمائے ہوئے اور ناکام افراد کو مقرر کیا گیا ہے جو زلزلے کے بعد کچھ deliver نہیں کر سکے تھے۔

٦) آخری بات میں یہ کہوں گا کہ اس وقت اولین مسئلہ سوات کے IDPs کا ہے۔ اس کو war footing پر ہمیں deal کرنا چاہیے لیکن بلوچستان کے مسئلے کو نظر انداز کرنا ایک Himalayan blunder ہو گا۔ اس لیے اس بات کی ضرورت ہے کہ جو عہد آپ نے کیا ہے اسے پورا کیجیئے محض apologies کر دینا کوئی حل نہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ بلوچستان کے مسائل پر دھیان دیجئے اور provincial autonomy کے وعدے کو پورا کیجیے۔

٧) آخری بات میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ سب سے بنیادی مسئلہ افغانستان پر امریکی قبضہ ہے۔ جب تک یہ ختم نہیں ہوتا اس علاقے میں امن کا قیام ممکن نہیں۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ شکریہ۔ جی افراسیاب خٹک صاحب۔

سینیٹر افراسیاب خٹک: شکریہ جناب چیئرمین! میں مختصر گزارشات کرنا چاہوں گا اور اپنے معزز ساتھیوں کو آپ کے ذریعے اعتماد میں لینے کی کوشش کروں گا۔ جناب والا! سب سے پہلی بات تو یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ملٹری ایکشن آخری حربے کے طور پر عمل میں لایا گیا۔ سارے مذاکرات کے راستے آزمائے گئے۔ ہمارے بعض معزز دوست کہتے ہیں کہ فریقین سے مذاکرات نہیں کئے گئے۔ میں گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ ہم نے سب سے مذاکرات کئے ہیں۔ سوات میں طالبان کا گروپ مولانا فضل اللہ کی سربراہی میں ان سے پچھلے سال ہم نے معاہدہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ آپ نے direct engage نہیں کیا ہم نے engage کیا۔ آئی آر اے والوں سے بات ہو سکتی ہے اور ہم نے بات کی بھی۔ معاہدہ کرنے کے تھوڑے دنوں بعد پتا چلا کہ ان کے پاس اختیار نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس معاہدے کو بیت اللہ محسود صاحب نے معطل کر دیا ہے۔ ہم نے کہا کہ معاہدہ تو آپ کے ساتھ تھا معطل دوسری جگہ سے ہو گیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم کیا کریں وہ ہمارے امیر ہیں۔ وہ معاہدہ ٹوٹ گیا اس لیے کہ ان پر دباؤ آیا۔ قبائلی علاقے میں بیٹھے ہوئے جو war lords تھے، جنگی سردار تھے انہوں نے دباؤ ڈالا اور اس معاہدے کو انہوں نے معطل کروایا۔

دوسری بار ملٹری ایکشن کے بعد دوبارہ مذاکرات ہوئے۔ ان مذاکرات میں آپ نے دیکھا کہ ہم نے نہ صرف مولانا صوفی محمد کے ذریعے ان سے مذاکرات کئے۔ ہم نے ان کے ساتھ براہ راست بھی مذاکرات کئے۔ جب مولانا صوفی محمد نے کہا ان کو یہ باور کرانے کے لیے کہ ہم مذاکرات میں سنجیدہ ہیں ان کے کچھ نمائندے آئے اور ہم ان کے ساتھ بیٹھے اور میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ ہم کیسے بیٹھے، ہماری صوبائی حکومت کی ٹیم ایک ایسے گروہ کے ساتھ بیٹھی جنہوں نے اصرار کیا تھا کہ وہ مذاکرات کی جگہ اسلحہ لے کر آئیں گے ان کے پاس بندوق تھی ان کے پاس گرینڈ تھے اور ان میں سے دو نے خود کش جیکٹیں پہنی ہوئی تھیں۔ ان کے ساتھ بیٹھ کر ہم نے مذاکرات کئے۔ یہ کہنا کہ engage نہیں کیا ہم نے engage کیا لیکن کیا ہوا۔ سوات میں ہم نے معاملات طے کئے تو انہوں نے بونیر پر چڑھائی کر دی۔ انہوں نے دیر پر چڑھائی کر دی ایک دن پہلے جب وہ بونیر کی طرف گئے میں نے منگورہ میں ان سے بات کی میں نے کہا کہ دیکھیں آپ

وہی غلطی کر رہے ہیں جو مولا عمر نے گیارہ ستمبر کے بعد کابل میں کی تھی۔ابھی ہمارے سامنے حل ہے کہ امن ہو گا،نظام عدل ہو گا اور مالاکنڈ ڈویژن کے جو مطالبے ہیں وہ سارے پورے ہونگے۔ ہم نے بیرونی دباؤ کا مقابلہ کیا، بیرونی دباؤ کے سامنے جھکنے والے نہیں ہیں۔ ہماری پارٹی باچا خان کی پارٹی ہے، ہم نے استعمار سے اس ملک کو آزادی دلائی ہے، ہم نے انگریزوں کے خلاف لڑائی لڑی ہے۔ ہم کسی استعمار کے سامنے جھکنے والے نہیں ہیں لیکن جناب والا! Choice تو تھا کہ یا ہم ایک متوازی سٹیٹ کو برداشت کریں،ایک ایسی سٹیٹ جو اس ریاست کو ناکام ریاست بنانا چاہتی ہے۔اس ریاست کی بنیادوں کو اکھاڑنا چاہتی ہے choice یہ تھا کہ ہم ان کو برداشت کریں اور ان کو پھیلنے دیں۔ مالاکنڈ ڈویژن پر قبضہ کرنے دیں، پھر ہزارہ پر قبضہ کرنے دیں پھر باقی ملک کی طرف ان کو آنے دیں تو یہ ایسی بات تھی جو ہم نہیں کر سکتے تھے۔آپریشن کرنے کے فیصلے کو بعض لوگ یہ impression دیتے ہیں کہ فیصلہ فوج نے کیا۔ایسی بات نہیں ہے، یہ سیاسی قیادت نے کیا ہے اور ہماری صوبائی حکومت اس میں پوری طرح شریک ہے۔ ہم پوری طرح اس ذمہ داری کو قبول کرتے ہیں۔ ہماری مسلح افواج نے ہماری حکومت کے فیصلے کے مطابق یہ کارروائی کی۔ میں اس ایوان کو یہ بھی بتانا چاہتا ہوں کہ یہ کارروائی اس دفعہ بڑی موثر کارروائی ہوئی۔ میں پرسوں بونیر گیا تھا۔ میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ آبادی کے بڑے مراکز خدا کے فضل سے محفوظ ہیں۔ فوج نے بڑی مہارت سے اور law enforcement agencies نے بڑے professional طریقے سے کارروائی کی ہے۔ بونیر میں ڈگر سواڑی اور پیر بابا جیسے بڑے آبادی کے مراکز محفوظ ہیں۔ 95% بونیر clear ہے، بونیر لوگ اس لیے واپس نہیں جارہے کیونکہ بجلی نہیں ہے۔ ہم war footing پر کوشش کر رہے ہیں آج تھوڑی دیر بعد ہماری وزیر اعظم سے میٹنگ ہے۔ ہم کوشش کر رہے ہیں کہ ان سے request کریں کہ وہاں پر بجلی فراہم کی جائے۔ بجلی کی وجہ سے پانی بھی نہیں ہے۔ جونہی بجلی جاتی ہے بونیر کے IDPs واپس جانا شروع ہو جائیں گے۔

سوات کا بھی زیادہ حصہ clear ہو گیا ہے۔ مینگورہ جیسے بڑے شہری مرکز میں کارروائی ہوئی ہے لیکن شہر محفوظ ہے، بازار محفوظ ہے، بڑی عمارتیں محفوظ ہیں اور اس طرح کا نقصان نہیں ہوا جس کا خطرہ تھا۔ میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ کارروائی بڑے اچھے طریقے سے ہوئی ہے اور صوبائی حکومت کی طرف سے میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ہم نے پوری منصوبہ بندی کی اور ہمارا یہ خیال ہے کہ جولائی کے بعد post conflict situation میں چلے جائیں گے۔ ایک transition ہو گا۔ ہمارا یہ خیال ہے دس مہینے سے لے کر بارہ مہینے تک transition ہو گا جس میں فوج بتدریج پیچھے چلی جائے گی فرنٹیر کور سڑکوں کے قریب ہو گی۔ پولیس سڑکوں پر کھڑی ہو گی۔ پولیس، اور فرنٹیئر کانسٹبلری یہ لوگوں کے ساتھ deal کریں گی۔ اس دوران سوات میں پلوں کا اور سڑکوں کا نقصان ہوا ہے اس کو war footing پر ہم بنا رہے ہیں اور مسلح افواج کی قیادت نے ہمیں یقین دلایا ہے کہ وہ بھی اس میں حصہ لیں گے اور بہت جلد ان کی مدد سے پل ہم تعمیر کر لیں گے۔ بونیر میں سڑکوں کا اتنا نقصان نہیں ہوا بلکہ جہاں پر ٹینک بھی گئے ہیں وہ ایسے ٹینک گئے ہیں کہ جس کی وجہ سے سڑکیں نہیں ٹوٹی۔

جناب والا! Relief کا اور دوبارہ آبادکاری کا ایک جامع منصوبہ صوبائی حکومت کے پاس ہے۔ صوبائی حکومت نے چیف سیکرٹری پختونخواہ کے دفتر میں ایک special support cell قائم کیا ہے جو انتظامیہ کو دوبارہ کھڑا کرنے کے

لیے کام کر رہا ہے۔ پرسوں جب میں بونیر میں تھا تو پشاور سے سو سے زیادہ پولیس کا دستہ وہاں پر آیا جس نے بونیر کی پولیس کو reinforce کیا اور میں آپ کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ بونیر کی پولیس کا بھی مورال بہت بلند تھا اور ہم اس سے متاثر ہوئے انہوں نے بہت کامیابی سے بات کی۔ یہاں پر میں اس چیز کا ذکر بھی کرنا چاہتا ہوں کہ یہاں پر بیرونی دباؤ کا ذکر ہوتا ہے۔ یقیناً بیرونی دباؤ ہے اور ہمیں ان کا سامنا ہے لیکن تھوڑا سا ذکر ان بیرونی عناصر کا بھی ضروری ہے جو ہمارے علاقوں میں گھس آئے ہیں۔ چیچین ازبک اور عرب اگر وہ اپنے ملک میں لڑائیاں لڑتے ہیں تو وہ چلے جائیں وہاں لڑیں، یہاں وہ کیا کر رہے ہیں۔ میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ اس آپریشن میں بھی ان بیرونی عناصر نے ہماری افواج کے خلاف لڑائی لڑی ہے۔ اس آپریشن میں، میں نے دیکھا کہ ان کے پاس انٹی ٹینک اسلحہ تھا۔ انٹی ٹینک اسلحہ کہاں سے آتا ہے، کیسے آتا ہے یہ جو بیرونی عناصر ہیں ان کے بارے میں بھی بات ہونی چاہیے۔ اس لیے کہ میرا خیال یہ ہے کہ مالاکنڈ ڈویژن میں آئندہ ایک دو مہینے میں صورت حال بالکل ٹھیک ہو جائے گی، مکمل امن آ جائے گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہم آہستہ آہستہ استحکام کی طرف بڑھیں گے لیکن مسئلہ ابھی تک ہے اور وہ فاٹا میں ہے۔ فاٹا کی جب میں بات کرتا ہوں تو یہ وضاحت کرتا جاؤں کہ فاٹا کی عوام کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ وہ عناصر ہیں جو باہر سے آئے ہیں اور کچھ مقامی لوگ ہیں جو سرحد کے دونوں طرف لڑائی لڑ رہے ہیں۔ میں یہ بات اس لیے کہنا چاہتا ہوں کہ ہماری تشویش یہ ہے کہ دونوں طرف پختونوں کا قتل عام ہو رہا ہے۔ ایک طرح سے genocide کے حالات کا ہمیں سامنا ہے۔ افغانستان کے اندر بھی ازبکوں کے علاقے میں امن ہے، تاجکوں کے علاقے میں امن ہے، ترکمانوں کے علاقے میں امن ہے، ہزارہ لوگوں کے علاقے میں امن ہے لیکن لڑائی ہے تو وہ پشتونوں کے علاقے میں ہے۔ اگر آپ اس طرف بھی ملاحظہ کریں تو لڑائی ہمارے علاقوں میں ہو رہی ہے سکول ہمارے تباہ ہو رہے ہیں، intellectual ہمارے مارے جا رہے ہیں، قبائلی سردار اور ایسے علماء جو اسلام کی اصل روح کی بات کرتے ہیں ان کو بھی شہید کیا جا رہا ہے تو بڑے پیمانے پر یہ نقصان ہو رہا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں اس طرف بھی سوچنا چاہیے کہ یہ کیا ہو گا اور ابھی جو situation وزیرستان میں بن رہی ہے اس کی وجہ سے ہمارے جنوبی اضلاع میں بھی IDPs آنا شروع ہوئے ہیں۔ میں آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ ٹانک میں کئی ہزار محسود قبائل کے لوگ آ گئے ہیں۔ ہم نے ان کی دیکھ بھال بھی کرنی ہے ہمیں امید ہے کہ اس دوران میں ہم اس قابل ہونگے کہ جو مالاکنڈ ڈویژن کے جو IDPs ہیں ان کا مسئلہ حل ہو جائے گا لیکن اس کے ساتھ ہمیں اور IDPs کا بھی سامنا ہو گا کیونکہ جب تک قبائلی علاقے میں تصادم ہے تو ہمارے صوبے میں IDPs کی آمد ہو گی اور اس کے لیے صوبائی حکومت کے پاس وسائل نہیں ہیں۔ میں اپیل کرتا ہوں کہ مرکزی حکومت اور international community ہماری مدد کرے۔ دو چیزوں میں ہماری مدد کرے ایک تو IDPs کے مسئلے میں واضح طور پر ہمارے پاس اتنے وسائل نہیں ہیں۔ میں یہ بھی ریکارڈ پر لانا چاہتا ہوں کہ بہت سے لوگ پشتون کلچر کا مذاق اڑاتے آئے ہیں اس کو قبائلی اور پسماندہ کلچر قرار دیتے رہے ہیں لیکن ذرا غور کریں ابھی جو IDPs آئے ہیں اس کا پچاسی فیصد لوگوں کے گھروں میں ہے۔ یہ ہماری ثقافت کی طاقت ہے، یہ اس کی قوت ہے کہ اتنے بڑے IDPs کے طوفان کو ہماری سوسائٹی نے، ہماری پسماندہ غریب سوسائٹی نے اس کا سامنا کیا ہے اس کا مقابلہ کیا ہے لیکن ہمیں مدد کی ضرورت ہے۔

اس کے علاوہ جو ہمارا internal security system ہے پولیس اور فرنٹیئر کانسٹبلری، اس کو مضبوط بنانے کے لیے ہمیں وسائل چاہیئں۔ بد قسمتی سے پچھلے کئی سالوں سے اس میں سرمایہ کاری نہیں ہوئی جو امداد آتی رہی ہے وہ روایتی مسلح افواج کی طرف جاتی رہی ہے اور یہ جو internal security system تھا وہ نہیں رہا۔ اس سال ہم نے دو مرتبہ اپنے developmental budget کو کاٹا ہے تاکہ ہم پولیس پر پیسے خرچ کر سکیں تو گزارش یہ ہو گی کہ اس کو بنانے میں ہماری مدد کریں کیونکہ جیسے اس سے پہلے میرے فاضل دوستوں نے کہا کہ insurgency سے نمٹنا واقعی پولیس کا کام ہے پولیس کا، community کا اور paramilitary forces کا۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں اس بات کی ضرورت ہے، میں ان لوگوں کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جنہوں نے IDPs کی مدد کی ہے، بڑی فراخدلی سے پورے پاکستان سے لوگوں نے مدد کی ہے اور مجھے یقین ہے کہ ہم آئندہ بھی ان کی مدد سے مستفید ہوتے رہیں گے چونکہ یہ ہمارا مشترکہ مسئلہ ہے اور اس کے نتیجے میں میں سمجھتا ہوں جو استحکام آئے گا اس کا فائدہ پورے ملک کو ہوگا، پورے region کو ہوگا، عالمی امن کو ہوگا۔ میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین: بہت بہت شکریہ۔ جی جاوید اشرف قاضی صاحب۔

سینیٹر لیفٹیننٹ جنرل (ریٹائرڈ) جاوید اشرف: جناب چیئرمین صاحب، ہماری tragedy یہ رہی ہے کہ as a nation ہم terrorists کے لیے apologist تھے چونکہ وہ ہمارے home grown insurgency میں involved تھے۔ ہم ایک state of denial میں رہے ہیں اور یہ اس وجہ سے ہوا کیونکہ کچھ لوگ یہ continuously propaganda کرتے رہے۔ اگر bomb blast ہوا تو انہوں کہا جی کہ یہ ہمارے لوگ نہیں ہو سکتے۔ یہ کسی باہر کے عناصر نے کیا ہے۔ ہر bomb blast میں یہ ثابت ہوا کہ اس میں ہمارے اپنے ہی لوگ تھے، misguided لوگ تھے، غلط، گمراہ لوگ تھے لیکن تھے ہمارے اپنے ہی۔ ہم جب تک facts کو face نہیں کریں گے تب تک ہم اس کا علاج بھی نہیں کر سکتے۔ Facts کیا ہیں؟ Facts یہ ہیں کہ یہ لوگ جنہوں نے اب شورش برپا کر رکھی ہے یہ 9/11 تک تو افغانستان میں تھے۔ 9/11 کے بعد جب ان پر امریکن حملہ ہوا تو یہ ہمارے Tribal areas میں آ گئے جہاں پر ان کے 'already existing links' تھے کیونکہ افغان جہاد کے دوران یہ لوگ freely آتے جاتے رہے۔ اب جو ان کے لیڈران تھے، جو ان کے guides تھے، یہ لوگ تو وہ ہیں جنہوں نے پہلے افغان جہاد میں حصہ لیا۔ اس لیے وہ trained ہیں، ان کو لڑنا بھی آتا ہے، ideologically بھی ان کا ایک certain trend of mind تھا لیکن اس کے بعد اس میں addition ہوا ہے، addition کہاں سے ہوا ہے؛ Extremists mindset کے لوگ جو ہمارے اپنے علاقوں سے produce ہوئے، ہمارے اپنے سکولوں یا مدرسوں سے نکلے۔ انہوں نے ان کو join کیا۔ یہاں پر ہماری جو sectarian organizations تھیں انہوں نے ان کو join کیا، جو criminal elements تھے جو kidnappings کرتے تھے انہوں نے ان کو join کیا اور ایک loose federation جس کو تحریک طالبان پاکستان کا نام دیا گیا، وہ بنائی گئی۔ جنہوں نے ہر علیحدہ علاقے میں ایک separate امیر بنا کر کوشش کیا کی؟ کوشش یہ کی کہ ایک state بنائی جائے۔ پاکستان کے اندر ہی ایک independent

countryبنانے کی کوشش ہے۔ اس میں کوئی مذہب کا تعلق نہیں تھا۔ مذہب کے نام کو exploit کیا گیا اور unfortunatelyیہاں پر پاکستان کے اندر بھی ہمارے بہت سے مذہبی رہنما اس کو cover up کرتے رہے۔ جو سرحد میں حکومت تھی اس وقت اس نے اپنی آنکھیں بند رکھیں۔ یہ سب development ہوتی رہی۔ یہ کوئی ایک دن کا phenomenonنہیں ہے۔Federal Government بھی vacillateکرتی رہی۔action orderکرتی تھی اور اس کے بعد withdrawکر لیتی تھی کیونکہ یا تو Provincial Governmentاجازت نہیں دیتی تھی یا وہ خود back trackکر لیتے تھے۔ اگر ان لوگوں کے ساتھ یہ treaties نہ کی جاتیں، معاہدے نہ کیے جاتے تو شاید یہ اتنی strength gain نہ کرتے۔ جب بھی ان پر military action ہوا، جب انہوں نے دیکھا کہ ہمیں eliminate کرنے والے ہیں تو انہوں نے فوراً negotiation شروع کر دیے، treatyہو گئی۔ ان کے جو بندے قید ہوئے تھے وہ releaseہو گئے اور انہوں نے دوبارہ اپنے آپ کو organizeکیا۔ Army نے جو areaلیا تھا وہ again vacate کر دیا vacuumدوبارہ createہو گیا جس میں یہ لوگ پھیلنا شروع ہوئے اور پھیلتے ہی چلے گئے۔ فاٹا تقریباً تمام لینے کے بعد ان لوگوں نے سوات کا رخ کیا۔ سوات میں againنیا phenomenon نہیں ہے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ 1994 میں معاہدہ کیا گیا تھا لیکن یہ کیوں نہیں کہا جاتا کہ 1994 میں صوفی محمد نے لشکر ترتیب دے کر وہاں پر اپنی stateقائم کرنے کی کوشش کی تھی اور محترمہ بے نظیر بھٹو کی حکومت تھی جس میں یہ action orderکیا گیا تھا اور Frontier Corps supported by Armyنے وہاں پر باقاعدہ military actionکیا تھا اور صوفی محمد کو defeat کیا تھا۔ صوفی محمد کوئی peace makerنہیں ہیں۔ یہ پرانا آدمی ہے جو لڑائی میں پہلے رہ چکا ہے۔اس کے بعد جب 9/11 ہوا تو پانچ ہزار بندے لڑائی کرنے کے لیے افغانستان کون لے کر گیا تھا؟ یہ صوفی محمد تھا۔ وہاں پر جب بندے مرنے شروع ہوئے تو یہ خود تو بھاگ آیا اور ان غریبوں کو چھوڑ آیا جن کی لاشیں بعد میں containersوغیرہ سے برآمد ہوئیں۔ یہاں جب آیا تو جیل چلا گیا اور اب دوبارہ جیل سے نکلا ہے۔ فضل اللہ اور صوفی محمد میں، میں کوئی فرق نہیں سمجھتا۔ جناب چیئرمین صاحب، ایک نے اپنا چہرہ آگے peaceکے لیے رکھا اور دوسرا رائفل اٹھا کر پھرتا رہا، جبکہ ہیں ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے۔

یہ ازبک اور تاجکس جن کے بارے میں کہا گیا کہ جی یہ لوگ تو جہاد میں ہمارے partner تھے اب ہم ان کے خلاف turnکر گئے۔ کہاں partner تھے؟ یہ لوگ تو اس وقت Russian Armyکا حصہ تھے۔ یہ تو مجاہدین کے خلاف لڑ رہے تھے۔ یہ وہاں سے کیوں بھاگے؟ جو effort ابھی سوات میں کی گئی ہے یہ پہلے فرغانہ میں کی گئی۔ ازبکستان میں انہوں نے ایک اسلامی ریاست قائم کرنے کی کوشش کی۔ وہاں پر جب Russian Army and Uzbek Armyنے crack downکیا اور ان کو وہاں سے eliminate نے کیا تو یہ سب وہاں سے بھاگے، افغانستان آئے اور finallyیہاں پر Tribal areasمیں آکر ہمارے لوگوں کے ساتھ مل کر یہاں پر اپنی ریاست قائم کرنا چاہتے ہیں۔ ان کی boldnessاب اس حد تک بڑھ چکی تھی کہ انہوں نے سوات میں governmentکے تمام offices پر قبضہ کر لیا تھا۔ نظام عدل ریگولیشن کو انہوں نے exploit کیا۔ سوات کے لوگوں کی فوری انصاف کی demandبڑی دیر سے ہے اور یہ

genuine ہے کیونکہ ہماری عدالتیں انصاف بہت لیٹ دیتی ہے لیکن اس کو نعرہ بنا کر انہوں نے exploit کیا۔ جس وقت ان کے ساتھ treaty ہوئی اس کا ایک positive effect ہوا، ایک negative impact ہوا۔ Negative impact یہ ہوا کہ treaty کی آڑ میں انہوں نے سوات پر مکمل کنٹرول حاصل کر لیا اور یہ پھیلنا شروع ہو گئے۔ یہ بونیر میں چلے گئے۔ The other day میں نے ہمارے ایک لیڈر صاحب کو سنا ٹی وی پر یہ کہتے ہوئے کہ چند مٹھی بھر لوگ اگر بونیر چلے گئے تھے تو کونسا طوفان آگیا تھا۔ یہ مٹھی بھر لوگ ہیں جنہوں نے دو مہینے سے فوج کا مقابلہ کیا؟ ابھی بھی بونیر پانچ فیصد یا دس فیصد clear نہیں ہے۔ 12.7 guns اور راکٹ لانچر، یہ تمام ہتھیار ان لوگوں سے برآمد ہوئے ہیں وہاں پر۔ وہاں پر جو trenches اور جو underground tunnel system سلطان واس اور پیر بابا اور باقی علاقوں میں ان لوگوں نے بنایا۔ کیا یہ مٹھی بھر لوگوں نے کیا تھا۔ اس طرح ہم again state of denial میں actual facts سے اپنی آنکھیں بند کرتے رہے ہیں۔

یہ صحیح ہے کہ army action نہیں ہونا چاہیے، مانتا ہوں لیکن Army action ہی final جواب ہوتا ہے، final resort ہوتی ہے جب باقی تمام چیزیں فیل ہو جائیں۔ جب آپ نے ان کی اتنی demands مان لیں، آپ نے ان کو free hand دے دیا، اس کے باوجود وہ پھیلنا شروع ہوئے اور یہ imaginary spread نہیں تھا۔ بونیر میں جا چکے تھے، دیر میں چکے تھے اور کالا ڈھاکہ پہنچ گئے تھے، river Indus cross کر چکے تھے۔ کالا ڈھاکہ کے بعد next کیا ہے؟ ایبٹ آباد اور تربیلا؟ اسلام آباد اور ان کے درمیان صرف ایک ridge ہے مارگلہ ہلز کی۔ یہ کوئی nominal threat نہیں تھا، real threat تھا۔ اگر ان کو push back نہ کیا جاتا اور میں سمجھتا ہوں کہ جو positive impact ہوا اس معاہدے کا کہ یہ پاکستان میں expose ہو گئے۔

تمام پاکستان کے وہ لوگ جو اس سے پہلے گمراہ کیے جا رہے تھے ایک لگاتار پراپیگنڈہ کے ذریعے کہ جی یہ تو امریکہ کی جنگ ہے، مشرف لے آیا ہے، فلاں ہو گیا ہے۔ کسی نے ان کو یہ دعوت دی تھی کہ تم پاکستان آؤ؟ یہ اپنے ملکوں میں کیوں نہیں جاتے، وہاں جا کر لڑیں۔ پاکستان ہی رہ گیا ہے ان کی لڑائیوں کے لیے؟ یہاں پر ہی بدامنی پھیلانی ہے؟ یہاں پر فاٹا کا کنٹرول حاصل کرنا ہے؟ یہاں پر بچوں کو kidnap کرنا ہے؟ یہاں پر لوگوں کو behead کر کے ان کے سر ان کے پاؤں پر رکھ کر ان کو لٹکانا ہے؟ یہاں پر lashing کرنی ہے؟ جناب! یہ کسی اور ملک میں جائیں۔ ہمیں امن سے رہنے دیں لیکن اگر یہ بات نہیں مانتے، final resort ہمیشہ military action ہوتا ہے۔ یہاں یہ کہا گیا کہ کس ملک نے military action کیا ہے؟ کس ملک میں نہیں ہوا؟ جب بھی insurgency ہوئی ہے یا writ of the state challenge ہوئی ہے، ملائشیا مسلمان ملک ہے۔ کتنے سال وہاں پر فوجی action ہوتا رہا جب تک انہوں نے insurgency کو eliminate نہیں کیا۔ سری لنکا، انڈیا نے کیا۔ انڈیا نے North East میں کیا۔ پنجاب میں سکھوں کے خلاف 9 ڈویژن فوج سے کیا۔ اور بھی بہت سے ملکوں نے یہی کیا۔ اب ہم بھی اپنی فوج سے یہی کر رہے ہیں۔

شہروں میں انہوں نے casualties کی ہیں مینگورہ کیوں intact ہے کیونکہ صرف small arms استعمال کیے گئے ہیں Infantry کو جانیں دینی پڑتی ہیں built up area میں جانے کے لیے جب وہ fire support

کے بغیر اندر جاتے ہیں، آبادی کو بچانے کے لیے کیونکہ یہ ruthless terrorists تھے وہ Human shield کے طور پر وہاں کی population کو استعمال کر رہے تھے اور اگر وہاں فوج Heavy weapons استعمال کرتی تو آج بے تحاشہ سویلین آبادی کی casualties ہوئی ہوتیں جو نہیں ہوئیں کیونکہ فوج نے خود برداشت کیا، اپنے بچے شہید کرائے ہیں جتنے آفیسرز شہید ہوئے ہیں، ratio کے طور پر میں سمجھتا ہوں کہ بہت کم ایسی مثال ملتی ہے جہاں اتنے آفیسرز نے اس طرح سے جان دی ہو۔ ہمیں بہت careful ہونا چاہیے ان کے ساتھ deal کرنے کے لیے، کیونکہ ابھی بھی یہ demand آ رہی ہے کہ negotiations کریں، نہیں، پہلے ان کی ملٹری فورس ختم کریں، پہلے ان سے ہتھیار رکھوائیں پھر negotiation کریں، پھر ان کو اگر نظام عدل مانگتے ہیں، جو مانگتے ہیں وہ دے دیں لیکن militarily کوئی respectable nation یہ برداشت نہیں کرتی کہ ایک parallel force اس کے area میں operate کر رہی ہو اور وہ لوگوں کے گلے کاٹ کر لٹکا رہے ہوں۔ سول ایڈمنسٹریشن کا نام و نشان مٹا دیا گیا تھا، انہوں نے خود اپنی حکومت قائم کر لی تھی۔

جناب چیئرمین صاحب! IDPs کے لیے میں یہ کہوں گا کہ ان کو اس وقت واپس لے کر جائیں جب utilities restore ہو جائیں ورنہ discontentment ہو گی۔ میں فرنٹیئر گورنمنٹ کو خراج تحسین پیش کرنا چاہتا ہوں کہ اتنے بڑے نمبرز کو انہوں نے بڑے احسن طریقے سے handle کیا، کچھ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ پہلے کیمپ لگا دینے چاہیئں تھے۔ بھئی آپ پہلے کیسے کیمپ لگا دیتے آپ کو کوئی وحی تو نازل نہیں ہوئی کہ اتنے refugees باہر آ جائیں گے، اتنے IDPs گھر چھوڑ کر آ جائیں گے planning ضرور کی جاتی ہے لیکن آپ action اس وقت لیتے ہیں when the things start happening دوسری بات یہ ہے کہ آپ پہلے سے warn کر دیتے ہیں کہ جناب military action ہونے لگا ہے تو یہ سارے factor کو مدنظر رکھنا چاہیے، بجلی بحال ہونی ہے، پانی آنا ہے اور اس کے علاوہ میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اس وقت جو military action ہے یہ military action کا بھی end نہیں ہے کیونکہ جب second stage of insurgence شروع ہو گی، ان لوگوں کو up root کر دیا گیا ان کے established اڈوں کو شہروں سے نکال دیا گیا لیکن یہ بھاگے ہوئے ہیں کافی جو بچ گئے ہیں وہ پہاڑوں پر چلے گئے ہیں۔ سوات اور مالاکنڈ کا علاقہ سارا mountainous ہے۔ یہ ابھی وہاں سے classic guirilla warfare کریں گے، یہ ambushes کریں گے، یہ raid کریں گے، اس لیے فوج کو بھی وہاں رہنا پڑے گا counter insurgency operation کو continue کرنا پڑے گا اور اس stage پر لوکل پاپولیشن کی مدد بہت ضروری ہے اور پولیس کی موجودگی تو وہاں پہلے پولیس restore کی جائے۔ Civil administration restore کی جائے پھر IDPs کو واپس لے کر جائیں۔ یہ لوگ خوف کی وجہ سے سہمے رہتے ہیں یہ ان کے ساتھ تھے یہ گورنمنٹ کا ساتھ دیں گے اور پھر وہ finally وہاں سے insurgency ختم ہو گی ان کے لیے funds کہاں سے آتے ہیں۔ Narcotics trade سے آتے ہیں اور Indian consulate سے آتے ہیں ۔ اسلحہ کہاں سے آتا ہے یہ بھی سوال کیا گیا کہ امریکہ اور نیٹو کا اسلحہ کہاں سے آیا۔ کچھ تو لوٹا گیا اور امریکی اسلحہ کے لئے افغان جہاد میں negative symmetry کے تحت بے تحاشہ ڈمپ افغانستان میں بنائے گئے تھے۔ سوویت نے اپنے بنائے

،امریکنوں نے اپنے بنائے اور یہ سارا اسلحہ چھوڑ کر چلے گئے۔ یہ مجاہدین کے ہاتھوں لگا، یہ سب طالبان کے ہاتھ لگا جب ان کی حکومت آ گئی، وہاں اسلحہ کی کمی نہیں ہے افغانستان میں ہر ملک کا اسلحہ موجود ہے اور افغانستان ہی سے آ رہا ہے، کیسے آ رہا ہے۔ افغانستان میں ابھی تک کنڑ صوبہ طالبان کے ہاتھ میں ہے۔ وہاں سے روٹ باجوڑ آتا ہے۔ باجوڑ کیوں اتنا important تھا کیونکہ روٹ جو ہے وہ سارا کنڑ سے باجوڑ کے ذریعے اسلحہ سپلائی ہوتا ہے۔ دوسرا خوست کا جو صوبہ ہے جہاں پر حقانی صاحب اور ان کے دوست active ہیں وہاں پر بھی امریکہ کا کوئی کنٹرول نہیں ہے وہاں سے وزیرستان کی طرف اس روٹ سے سارا اسلحہ آ رہا ہے تو یہ کوئی ڈھکی چھپی چیز نہیں ہے کہ کہاں سے آ رہا ہے۔

تیسرا جو میں یہ کہنا چاہوں گا کہ ابھی اس وقت ضرورت اس بات کی ہے کہ ایک تو refugees کو look after کیا جائے کہ وہ بے قصور غریب دونوں طرف سے مارے گئے ہیں، پہلے طالبان نے مارا پھر military action کی وجہ سے ان کو نکلنا پڑا تو ان کی مدد کی جائے اور ان کو rehabilitate کیا جائے اور اچھی civil administration وہاں پر قائم کر کے ان کو organize کیا جائے تاکہ یہ اپنے آپ کو future طالبان action کے خلاف defend کر سکیں۔ I agree military action is the last resort اس وقت وہ last resort آ چکی تھی اور پاکستان میں امن نہیں آئے گا جب تک ہم اس کینسر کی totally surgery نہیں کر دیں گے۔ جب تک پاکستان کی body politics سے totally eliminate نہیں کر دیں گے ہمیں چین نہیں آئے گا۔ اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ وہ لاہور اور پنڈی میں safe ہیں انہوں نے ثابت کر دیا ہے کہ جناب آپ ادھر بھی safe نہیں ہیں ہمیں کوئی innocent لوگوں کی پروا نہیں ہے ہم آ کر جان لیں گے چاہے ان کا تعلق ہو یا نہ ہو I think ہم سب کو اس چیز پر بڑی سنجیدگی سے غور کرنا چاہیے اور فرنٹئیر گورنمنٹ کو پوری support کرنی چاہیے۔ شکریہ۔

جناب چیئر مین: شکریہ، میاں رضا ربانی صاحب۔

سینیٹر میاں رضا ربانی: جناب چیئر مین! میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے اس اہم موضوع کے اوپر یہ موقع فراہم کیا ہے، میں کوشش کروں گا کہ مختصر طور پر چند باتیں آپ کے توسط سے ہاؤس کے سامنے رکھوں۔ جناب چیئر مین! سب سے پہلی بات کہ جب سے یہ insurgency کا سلسلہ شروع ہوا اور بالخصوص پچھلے چند دنوں میں ایک systematic western propaganda کے ذریعے یہ تاثر دینے کی کوشش کی گئی کہ پاکستان ایک failed state ہے اور کوئی یہ کہے کہ اگلے پانچ ہفتے بڑے important ہیں، کوئی کہے کہ اگلے دو ہفتے بڑے important ہیں اور یہ تاثر دینے کی کوشش کی گئی کہ جیسے وفاق پاکستان کا شیرازہ بکھرنے کے قریب آ گیا ہے۔ سب سے پہلے تو آپ کے توسط سے اس ہاؤس کے floor پر میں سمجھتا ہوں کہ جب میں یہ بات کرتا ہوں تو میں اس پورے ہاؤس کی نمائندگی کرتے ہوئے یہ بات کہتا ہوں کہ پاکستان کے عوام، غریب اور محنت کش اس بات کا تہیہ کیے ہوئے ہیں کہ بچہ بچہ کٹ مرے گا لیکن وفاق پاکستان کے اوپر کسی قسم کی کوئی آنچ نہیں آنے دیں گے اور نہ ہی وفاق پاکستان کی geographical boundaries کو ہم change کرنے کی اجازت کسی کو بھی دیں گے، چاہے وہ دوست ہو، چاہے وہ دشمن ہو۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بات بڑی واضح ہونی چاہیے کیونکہ ملک کے اندر ایک state of uncertainty ملک کے اندر ایک state

depression of اس بات سے پیدا کی جا رہی ہے کہ آیا پاکستان کا مستقبل کیا ہے۔ پاکستان کا مستقبل ایک progressive viable Muslim State کی حیثیت سے اپنی جگہ موجود ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں سینیٹ سے بڑے واضح طور پر یہ message دینا چاہیے۔ جناب چیئرمین! یہاں پر یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ موجودہ صورت حال جو ہے اس کے اندر اگر ہم یہ سمجھیں کہ کوئی quick fix ہے کہ کوئی quick fix اس موجودہ صورت حال کا نہیں، quick fix اس لیے نہیں ہے کیونکہ بہت سے دوستوں نے بتایا کہ یہ ایک Multidimensional problem ہے اور اس Multidimensional problem کے اندر ہماری internal politics خطے کی politics بھی involved ہے اور خطے سے باہر کی international politic بھی involved ہے لہذا تمام چیزوں کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ سمجھتے ہیں کہ کل الہ دین کے wand کی طرح مسئلے کا مکمل حل ہمارے سامنے آجائے گا وہ ممکن نہیں ہے۔

جناب چیئرمین! میں یہاں پر یہ بھی بات کہنا چاہتا ہوں کہ کیا دنیا کے دیگر ممالک میں ایسی insurgency کی صورت حال پیدا نہیں ہوئی؟ ہوئی، لیکن وہاں پر State کی existence کو کبھی بھی challenge نہیں کیا گیا۔ کیا آئرلینڈ میں یہ صورت حال نہیں تھی؟ کیا وہاں پر آئرش ریپبلکن آرمی ایسی کارروائیاں نہیں کر رہی تھی؟ کیا وہاں پر یہ کہا جاتا تھا کہ برطانیہ معرض وجود میں رہے گا یا نہیں۔ سری لنکا میں ایک insurgency 30 years چلی، ایک شدت کی insurgency چلی لیکن سری لنکا کی existence کو in question نہیں لایا گیا۔ آج کل ہمیں بڑا شوق ہے کہ ہم بھارت کی مثالیں دیتے ہیں تو کیا بھارت میں اس وقت 32 سے زیادہ separatist movements نہیں چل رہی ہیں؟ کیا اس سے Indian Union کو کبھی in question لایا جاتا ہے؟ لہذا ہمیں اس بات کو بڑے کھلے الفاظ میں کہنا پڑے گا کہ پاکستان کی جہاں تک سالمیت کا تعلق ہے، پاکستان کی جہاں تک جغرافیائی حدود کا تعلق ہے، اس کو کسی بھی صورت میں، کسی بھی قیمت پر تبدیل نہیں ہونے دیا جائے گا اور یہ message میں سمجھتا ہوں کہ سینیٹ آف پاکستان سے جانا چاہیے۔

جناب چیئرمین! جو موجودہ صورت حال ہے، اس صورت حال میں یہ بات درست ہے کہ پارلیمان کا مشترکہ اجلاس ہوا۔ پارلیمان کے مشترکہ سیشن میں جو resolution pass ہوا۔ اس issue پر یہ ایک متفقہ resolution تھا جس کے دوران پہلی دفعہ D.G., Military Operation. کو بلا کر پارلیمان کے سامنے کھڑا کر کے جواب دہی کروائی گئی، وہ موجودہ coalition حکومت نے کی۔ اس کے بعد میں تمام سیاسی جماعتوں کا شکر گزار ہوں جو پارلیمان کے اندر تھیں، انہوں نے ایک متفقہ قرار داد پاس کی اور اس متفقہ قرار داد میں تین Ds کی پالیسی دی گئی۔ یہ development, dialogue and deterrence ہے۔ یہ درست ہے کہ deterrence last resort تھا۔ اس کے بعد Parliamentary Committee on National Security, which was born from the resolution of the Joint Houses, اس نے جو سفارشات دیں، ان میں بھی dialogue کی بات کی گئی۔ اس نے بھی نظام عدل کو enforce کرنے کی بات کی لیکن مجھ سے پہلے تفصیل کے ساتھ افراسیاب صاحب آپ کو وہ تمام details دے چکے ہیں کہ کس طرح معاہدہ ہوا اور کس طرح معاہدہ ہونے کے بعد معاہدے کی خلاف ورزی ہوئی اور

یہ خلاف ورزی ہماری طرف سے نہیں ہوئی۔ گویا معاہدے کی خلاف ورزی اس side سے ہوئی اور جب اس side سے معاہدے کی خلاف ورزی ہوئی تو اس صورت حال میں پھر کیا حکومت کے پاس کوئی alternative تھا؟ جب writ of the government کو اور قوانین کو وہاں پر پامال کیا جا رہا تھا، نظام عدل جو enforce کر دیا گیا تھا، جسے پہلے نیشنل اسمبلی میں لے جایا گیا اور پھر صدر صاحب نے enforce کر دیا تھا۔ جب اس نظام کو بھی نہیں مانا جا رہا تھا تو

then there was no other course left for the government but to go for the third option and that was the option of deterrence.

جناب چیئرمین! میں یہ بات مانتا ہوں کہ military action کوئی solution نہیں ہوتا اور military action کے بعد آپ کو بالآخر ایک political solution کی طرف آگے بڑھنا پڑتا ہے لیکن جہاں پر writ of the state کو، جہاں پر ملک کی جغرافیائی حدود کو challenge کیا جائے تو پھر حکومت کی یہ آئینی ذمہ داری بن جاتی ہے کہ وہ military action کرے اور یہ military action اس بات کو ensure کرے کہ جو collateral damage ہے یا جو non-combatants ہیں، ان کا damage minimize کیا جائے۔ اس operation میں بالخصوص اس بات پر قطعی توجہ دی جا رہی ہے کہ جو civilian non-combatants ہیں، ان کا damage minimum کیا جائے۔

جناب چیئرمین! اس کے ساتھ ساتھ جیسے ہی یہ operation on ground ہوا، اسی وقت ایک گھنٹے کے بعد اور ایک گھنٹہ بھی ایسے لگا، آپ بہتر سمجھتے ہیں کہ secrecy of the operation had to be maintained. اگر جنرل ضیاء کی طرح ہم پہلے سے اعلان کر دیتے کہ جی 15 تاریخ یا 16 تاریخ کو operation شروع ہوگا تو وہ operation to naught ہوتا۔ لہذا after almost operation being on ground, the Prime Minister came on National Television and media and informed the nation. اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے ٹیلیفون پر تمام political leadership کو across the board چاہے وہ پارلیمان میں تھیں یا پارلیمان میں نہیں تھیں، ان کو انہوں نے on board کیا۔ اس کے بعد پارلیمان میں بالخصوص نیشنل اسمبلی میں، میں اس point کو جو پروفیسر صاحب نے raise کیا ہے، تسلیم کرتا ہوں کہ ایک slip حکومت سے ہوئی کہ سینیٹ کے پارلیمانی لیڈروں کو بھی اس briefing میں مدعو کرنا چاہیے تھا، میں اس کی معذرت بھی چاہتا ہوں اور مجھے پوری امید ہے کہ آئندہ Leader of the House اس بات کو ensure کریں گے کہ ایسی briefings میں سینیٹ کے پارلیمانی لیڈروں کو بھی مدعو کیا جائے۔ بہر حال نیشنل اسمبلی کے پارلیمانی لیڈر جن کی اکثریت سینیٹ میں بھی represented ہے، جس میں میاں نواز شریف صاحب بھی شامل تھے، میاں شہباز شریف صاحب بھی شامل تھے، عمران خان صاحب بھی شامل تھے۔ یہ سب وہاں پر مدعو کئے گئے اور چیف آف دی آرمی سٹاف اور دیگر لوگوں نے وہاں پر in camera briefing دی۔ اس in camera briefing کے بعد اس issue پر ایک APC منعقد کی گئی اور میں ایک بار پھر پاکستان کی across the board leadership کو خراج تحسین پیش کرنا چاہتا ہوں کہ انہوں نے ایک بار پھر اس فلسفے کو کہ پاکستان کی political leadership matured leadership نہیں ہے، پاکستان کی political leadership, petty issues پر squabble کرتی ہے، انہوں نے اس موقعے پر جو ملک کو درپیش

challenges تھے، باوجود اس کے کہ ان کے مختلف points of view تھے، باوجود اس کے کہ ان کے military operation پر تحفظات تھے، انہوں نے ایک مشترکہ resolution pass کر کے اس بات کو ایک بار پھر ثابت کیا کہ پاکستان کی collective political leadership جو ہے that is capable of meeting the challenges to Pakistan National Security. میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک بڑا important message تھا۔ یہ نہ صرف internally تھا بلکہ externally بھی تھا اور بالخصوص امریکہ کے لئے یہ ایک بڑا important message تھا کہ پاکستان کی political leadership اپنے challenges کو meet کرنے کے لئے متفق ہے اور اس APC کے نتیجے میں، میں سمجھتا ہوں کہ مزید پیش رفت ہوئی۔

جناب چیئرمین! یہ بات درست ہے کہ مختلف آراء ہیں لیکن یہ بات میں نے APC میں بھی کی اور میں یہاں پر بھی کہتا ہوں کہ اگر military operation solution نہیں تھا for the sake of argument تو پھر alternative solutions دیں۔ Dialogue کے solution کے بارے میں we had exhausted the road of dialogue. After this there was no other remedy but if there is another solution, we welcome that solution. We are looking for that solution. کیونکہ یہ بڑا مشکل فیصلہ ہوتا ہے کہ military force اپنے ملک میں استعمال کی جائے۔ کوئی بھی حکومت اسے خوشی کے ساتھ نہیں کرتی ہے۔ بالخصوص موجودہ coalition حکومت اور اس کے جو partners ہیں، ان کی اس پر consistent position رہی ہے لیکن باوجود اس کے جب حالات ایک ایسی نہج پر پہنچ گئے تو جیسے ANP کو initially اپنی ideological basis سے ہٹ کر dialogue میں جانے کی ضرورت پڑی۔ ویسے coalition حکومت کو یہاں پر اس option کو opt کرنے کی ضرورت پڑی۔ جناب چیئرمین! میں یہاں پر آپ کے توسط سے I will just take another 5 minutes. میں یہاں پر ہاؤس کے توسط سے یہ بات بھی کہنا چاہتا ہوں کہ یہ تو ہم بہت سنتے آئے ہیں کہ Pakistan should do more اور پاکستان ابھی کافی نہیں کر رہا ہے لیکن میں آپ کے اور اس ہاؤس کے توسط سے، امریکہ کے بشمول ان تمام طاقتوں کو یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ اب جو شواہد سامنے آئے ہیں، ان شواہد سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ پاکستان اور افغانستان کے علاوہ دیگر ایسے ممالک ہیں، جہاں پر یہ sleeping cell موجود ہیں۔ دیگر ایسے ممالک ہیں، پاکستان، افغانستان اور poppy cultivation کے علاوہ دیگر ایسے ممالک ہیں، جہاں سے ان کی funding ہو رہی ہے تو do more اب وہاں ہونا چاہیے۔ وہ جو conduits ہیں، وہ جو routes ہیں، جو پیسے آنے کے ذرائع ہیں، ان کو کیوں نہیں stop کیا جا رہا؟ پاکستان تو اپنی جنگ یہاں پر لڑ رہا ہے۔

And we are paying a heavy price for it, we are paying a heavy price in terms of our social fabric, in terms of our economy, in terms of loss of life, in terms of displacement of our people but why the world is quite on those conduits? Why is the world quite on these channels of the banks through which this money is coming. I would urge that the do more should now

shift on to that side as well, so that they can be stopped in terms of ammunition and logistic, support and finances.

جناب چیئرمین! جہاں تک نظام عدل کا تعلق ہے تو یہ Federal Government and Provincial Governments کی stated position ہے کہ نظام عدل مالاکنڈ کے لوگوں کے مطالبے پر نافذ کیا گیا۔ President نے وہ step اٹھانے سے پہلے نیشنل اسمبلی میں اس پر بحث کروا کر ایک consensus develop کیا۔ لہذا جب آپریشن ختم ہوگا، جب وہاں پر normalcy return ہوگی تو یہ Federal Government کی بھی اور یہ Provincial Government کی بھی stated position ہے کہ نظام عدل کا proclamation ہوا تھا، وہ اپنی جگہ in place رہے گا۔

میں آخر میں جناب چیئرمین صاحب! یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ جہاں تک IDPs کا تعلق ہے، یہ ایک بہت ہی بڑی human tragedy اور catastrophe ہے اور شاید دنیا کی تاریخ میں اتنے تھوڑے یا کم وقت میں، اتنی بڑی exodus لوگوں کا نہیں ہوا۔ میں یہاں پر سب سے پہلے ان لوگوں کو بالخصوص پختو نخواہ کے وہ گھرانے جنہوں نے اپنے حجرے اور گھر ان لوگوں کے لیے کھول دیے ہیں اور ان کو اپنے بہن بھائی اور بچوں کی طرح treat کرتے ہیں۔ میں سب سے پہلے جناب چیئرمین! آپ کے توسط سے ان کو سلام پیش کرنا چاہتا ہوں اور ان کی اس hospitality کو میں خراج تحسین پیش کرنا چاہتا ہوں۔

جناب چیئرمین: شکریہ میاں صاحب۔

Senator Mian Raza Rabbani: Sir, just one minute, please. I am just winding up.

جناب چیئرمین: جی۔

سینیٹر میاں رضا ربانی: دوسری بات یہ جناب چیئرمین! کہ جہاں تک IDPs کی rehabilitation کا تعلق ہے تو وفاقی اور صوبائی حکومت نے اسے تین phases میں break up کیا ہے۔ ایک phase تو immediate relief کا، جیسے ہی وہ وہاں پر camps میں پہنچتے ہیں یا دوسری جگہوں پر، second phase ان کے واپس جانے کا اور third phase وہ کہ جب وہ واپس چلے جائیں تو ان کی rehabilitation in terms of ان کے روزگار، کاروبار کو وہاں پر کرنے کے لیے۔

میں آخر میں جناب چیئرمین! یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ IDPs کا مسئلہ کسی ایک صوبے کا مسئلہ نہیں ہے۔ IDPs کا مسئلہ nationality or ethnicity IDPs کا مسئلہ نہیں ہے۔ یہ پاکستان کے وفاق کا مسئلہ ہے۔ پاکستان کے وفاق کے مسئلے پر میں سمجھتا ہوں کہ پوری قوم، چاہے وہ صوبہ پنجاب ہو، چاہے صوبہ سندھ ہو یا بلوچستان ہو، ان سب نے، حکومتوں نے اپنی جگہ اور عوام نے اپنی جگہ دل کھول کر مدد کی ہے اور اس مسئلے کو اپنا مسئلہ سمجھا ہے۔ لہذا ہم

اس بات کو ایک بار پھر abundantly clear کریں کہ یہ IDPs کا مسئلہ localized یا ethnic مسئلہ نہیں ہے۔ یہ پوری قوم کا مسئلہ ہے اور انشاء اللہ پاکستان کی پوری قوم اس challenge پر پورا اترے گی۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ میاں صاحب۔ حاصل بزنجو صاحب۔

سینیٹر میر حاصل خان بزنجو: جناب چیئرمین! سوات کے اہم واقعے کے حوالے سے آپ نے بات کرنے کی اجازت دی ہے۔ آپ کا بہت شکریہ۔ میں پہلے زاہد خان کے پوائنٹس کو لیتا ہوں، میری ایک درخواست ہے، سندھ حکومت سے بھی، پیپلز پارٹی کی leadership سے بھی اور اے این پی سے بھی کہ جامشورو کے مسئلے کو بجائے agitate کرنے کے، ہم سمجھتے ہیں پولیٹیکل پارٹیز کی ذمے داری ہے کہ ہم ایسے واقعات کو روکیں اور اسے بات چیت سے حل کریں۔ کیونکہ مزید نفرتوں کی گنجائش نہیں ہے۔

سینیٹر شاہد حسن بگٹی: جناب چیئرمین! پریس واک آؤٹ کر رہا ہے۔ کسی کو بھیج کر معلوم کر لیں کہ کیا بات ہے۔

جناب چیئرمین: میاں رضا ربانی صاحب! آپ اور سردار علی صاحب جا کر پتا کریں۔ جی۔ آپ جاری رکھیں۔

سینیٹر میر حاصل خان بزنجو: جناب چیئرمین! جہاں تک سوات کی صورت حال ہمیں اور آپ کو نظر آ رہی ہے۔ تمام دوستوں نے کافی باتیں کیں مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سوات کی اس صورت حال کو کس نے پیدا کیا؟ اگر کوئی کہے کہ طالبان آئے اور انہوں نے سوات پر قبضہ کیا، ہم اسے قطعی طور پر ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ سوات کو پچھلی حکومت نے ایک strategy کے تحت ان لوگوں کے حوالے کیا۔ اگر کوئی کہتا ہے کہ طالبان کسی ظلم کے نتیجے میں پیدا ہوئے ہیں، کسی جبر کے نتیجے میں پیدا ہوئے ہیں، میں اسے ماننے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ ہماری پچھلی حکومت کی strategy یہی تھی کہ ایسے لوگوں کو یہاں پر قابض کرایا جائے اور internationally اس سارے علاقے کو terrorist علاقہ declare کیا جائے اور پوری دنیا کو خوفزدہ کر کے اپنے لیے legitimacy recognize کی جائے۔ سوال پہلے یہ ہے کہ اس آپریشن سے پہلے کیا فوج سوات میں نہیں تھی؟ تو سوال یہ ہے کہ چار سال تک فوج وہاں پر بیٹھی رہی اور سوات پر قبضہ ہوتا چلا گیا؟ مگر کسی نے اسے نہیں روکا۔ باقاعدہ تین حکومتیں وہاں موجود تھیں۔ پہلی چوکی پولیس کی تھی، دوسری چوکی فوج کی تھی، تیسری چوکی طالبان کی تھی۔ آرڈر طالبان کا چلتا تھا۔ مگر اس کو روکنے والا کوئی نہیں تھا۔ سوال یہ ہے کہ کیوں نہیں روکا گیا؟ ہم نے ان لوگوں سے آج تک یہ نہیں پوچھا کہ آپ نے سوات جیسی پرامن جگہ کو طالبان کے حوالے کیوں کیا۔ اگر کوئی یہ کہے کہ طالبان سوات کے ہیں اور انہوں نے سوات سے militancy initiate کی ہے تو اس کو کوئی ذی شعور ماننے کے لیے تیار نہیں ہے۔ چیئرمین صاحب! ان کا چولہا بھی tourism سے جلتا ہے، کیا وہ یہ نہیں جانتے کہ اگر یہاں terrorism ہوا تو وہ بھوکے مریں گے؟ مگر اس جنت نظیر علاقے میں باقاعدہ terrorism create کیا گیا، support کیا گیا اور terrorism پھیلایا گیا۔ اگر آپ دیکھیں تو سوات سے تعلق رکھنے

والے terrorist بہت کم تعداد میں ہیں، وہ پوری دنیا سے جمع کیے گئے۔ ان لوگوں نے اتنی بڑی تباہی پھیلائی جس کے نتیجے میں دنیا کی سب سے بڑی migration ہو رہی ہے مگر ان کو پوچھنے والا کوئی نہیں ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں ضرورت ہے---

جناب چیئرمین: بزنجو صاحب، ایک منٹ، رضا ربانی صاحب صحافیوں سے مل کر آئے ہیں۔

سینیٹر میاں رضا ربانی: جناب! میں گیا تھا اور صحافی بھائیوں نے بتایا کہ پنجاب میں ذوالفقار چیمہ صاحب شاید DIG ہیں، انہوں نے گوجرانوالہ اور دیگر شہروں میں ایک مہم چلائی ہوئی ہے۔ جس میں وہ مختلف journalists کو target کر رہے ہیں اور ان کے گھروں پر raids کر رہے ہیں۔ میں نے ان کو assure کیا ہے کہ اجلاس کے بعد وہ لوگ میرے پاس آ جائیں تو I will talk to the Chief Minister Punjab. ان کے سامنے بات ہو جائے گی اور انشاء اللہ اس کا ازالہ کریں گے۔ انہوں نے agree کیا تھا کہ اگر میں یہ بات floor پر کہہ دوں تو they will come back to the House.

Mr. Chairman: Very kind of them to come back but please look into it their grievances should be redressed. زیادتی نہیں ہونی چاہیے۔ ٹھیک ہے، بہت شکریہ۔

سینیٹر میر حاصل خان بزنجو: جناب! یہاں کچھ دوستوں نے بات کی کہ 2006 میں مذاکرات کیے، جناب! سوال یہ ہے کہ ایک شخص جیکٹ پہن کر، اپنے آپ کو بارود بنا کر آبادی میں گھس جاتا ہے اور اس کی سوچ یہ ہے کہ میں جتنے زیادہ لوگوں کو قتل کروں گا، اتنی جلدی جنت میں جاؤں گا، اس سے کیا بات کریں گے؟ جناب! یہ بات چیت پچھلی حکومت کا ڈرامہ تھا، pressurise کیا گیا کہ بات چیت کی جائے۔ مولانا صوفی محمد، فضل اللہ سے بات کی جائے، فلاں militant group سے بات کی جائے، میں سمجھتا ہوں کہ ANP کی بدقسمتی ہے کہ اس وقت وہ اس حکومت میں پھنس گئے، جس پر دنیا، جہاں کے الزام لگے۔ حقیقت یہ تھی کہ اگر وہاں ANP مذاکرات نہ کرتی تو کیا کرتی؟ اس کے پاس اس کے سوا چارہ کیا تھا؟ کیا frontier police اس قابل تھی کہ وہ ان دہشت گردوں کو control کر سکے؟ وہاں پر فوج ایک سال سے موجود تھی کوئی order pass on نہیں ہو رہا تھا۔ ہم نے ANP کے دوستوں کو کہا کہ آپ کون سا معاہدہ کر رہے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ہم کوئی معاہدہ نہیں کر رہے، ہم لوگوں کی جانیں بچا رہے ہیں تاکہ یہ خود آئیں، قتل عام کم ہو۔ جنہوں نے وہاں قتل عام مچایا ہوا ہے، چیئرمین صاحب! اس پر کوئی لمبی چوڑی تقریر کی ضرورت نہیں ہے، صرف یہ request ہے کہ آپ یہ operation شروع کرتے ہیں، بند کر دیتے ہیں، پھر شروع کرتے ہیں، بند کر دیتے ہیں، مہربانی کریں یہ سلسلہ ختم کریں اور جب تک آپ اس کو منطقی انجام تک نہیں پہنچاتے، جب تک ان کی مرکزی leadership کو نہیں پکڑتے، اس وقت تک وہاں پر امن ممکن نہیں ہے۔ میں یہ واضح کروں گا کہ اگر proper military operation ہو، جو خالصتاً طالبان ہیں، ان کی تعداد بیس، پچیس فیصد سے زیادہ نہیں ہے، باقی وہاں جو کوئی بھی کر رہے ہیں، ان میں اکثریت غنڈوں، بدمعاشوں کی ہے جو پورے ملک سے سوات میں جمع ہو کر وہاں کے لوگوں کو لوٹ رہے تھے۔

Mr. Chairman: Thank you.

سینیٹر میر حاصل خان بزنجو: ایک منٹ جناب۔اس وقت بھی جو reports آ رہی ہیں،ان میں اب بھی conflict ہے۔لوگوں کے شکوک و شبہات اب بھی موجود ہیں کیونکہ کل ہی بونیر میں ایک سکول کو اڑا دیا گیا۔ دو دن پہلے سوات کے لوگوں کو جیل سے اٹھا کر چوک میں گولی مار دی گئی۔Federal Government سے ہماری ایک ہی request ہے کہ اس دفعہ اگر یہ آپریشن رکا اور دوبارہ سوات کو طالبان کے حوالے کیا گیا، اگر پاکستان میں اس دفعہ ایمانداری سے اس terrorism کا مقابلہ نہ کیا۔۔امریکا، نیٹو جو بھی کہیں، ان کی مرضی، ہمیں یہ طے کرنا ہے کہ ان لوگوں کی لڑائی پاکستان سے ہے، ان کو کون support کر رہا ہے، کون نہیں کر رہا۔ ہم یہ بات اب اپنے ذہن سے نکال دیں کہ یہ امریکا، روس کی جنگ ہے یا فلاں کی جنگ ہے، یہ دہشت گردوں اور اس ملک کی جنگ ہے۔ سوال یہ ہے کہ ان دہشت گردوں کا یہ federation مقابلہ کرتی ہے یا اس federation کو ان کے حوالے کیا جاتا ہے، یہ turning point ہے۔ اگر ہم نے اس point پر دوبارہ وہی حرکتیں کیں جو پچھلی حکومت نے کی ہیں تو آپ یقین کر لیں کہ وقت آپ کے ہاتھ سے نکل جائے گا۔ شکریہ۔

Mr. Chairman: Thank you. Maulana Muhammad Khan Sherani Sahib.

سینیٹر مولانا محمد خان شیرانی: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم۔اما بعد اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔(عربی) محترم چیئرمین صاحب! جو چیز زیر بحث ہے، وہ زیادہ اہم ہے اور اس میں سب سے پہلے دیکھنے کی بات ہے کہ پاکستان کی مشکل کیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک سطحی مسئلہ نہیں بلکہ ایک انتہائی سنجیدہ مسئلہ ہے۔ جو حضرات تاریخ کے فلسفے سے واقف ہیں، وہ جانتے ہیں کہ مستقبل کو ماضی سے الگ نہیں کیا جا سکتا اور ہمیشہ مستقبل کے واقعات، ماضی کی تاریخ کے نتائج ہوتے ہیں۔ ہمیں یہ جاننے کی طلب ہے کہ سرد جنگ کے دوران جس حکومت نے ساتھ دینے کا فیصلہ اور جو معاہدہ کیا تھا وہ House میں لایا جائے کہ اس میں کیا شرائط تھیں۔ ہم نے کیا خدمت کرنی تھی اور پھر ہمیں وہاں سے اس کی کیا اجرت ملنی تھی۔ وہ معاہدہ تحریری یا زبانی شکل میں ہو، اس House میں لایا جائے تاکہ ہم دیکھ سکیں کہ کیا ہم اس پر پورا اتر رہے ہیں یا ہم نے جس سے معاہدہ کیا ہے، اس سے ہمیں پوری اجرت مل رہی ہے یا نہیں۔اس کے بعد دوسرے مرحلے پر ہم نے دوبارہ ساتھ دینے کا ایک معاہدہ کیا کہ اب تک ہم نے جو کچھ کیا ہے ،اس پر پانی پھیر دیں تو اس پانی پھیرنے کے لیے ہم نے جو معاہدہ کیا ہے، وہ بھی اس House میں لایا جائے کہ اس میں کیا خدمت اور کیا قیمت تھی۔ ہم نے کیا کرنا تھا اور وہاں سے کیا ملنا تھا۔ جب تک یہ House ان تمام معاہدوں سے آگاہ نہیں ہو گا تو اس وقت تک وہ واقعی کوئی رائے قائم نہیں کر سکتا۔ اگر ہم اپنے ملک پر حکمرانی کی تاریخ پر ایک نظر ڈالیں تو یہاں پر دو طرح کی حکومتیں رہی ہیں۔ ایک وہ حکومت تھی جو عوام کے ووٹ کے نتیجے میں، اس House کے ذریعے سے آئینی طور پر چل رہی تھی۔ یہاں ایک ایسی قوت بھی حکمران رہی ہے کہ جس کے لیے نہ کسی آئین، نہ پارلیمان، نہ کسی قانون اور دائرکار کی ضرورت تھی۔ اب اگر ہم اس قوت کو اپنا ملازم اور اپنے آپ کو مالک سمجھیں تو میرے خیال میں یہ بڑا مشکل ہو گا۔

ہمیں یہ چاہیے کہ ایک ایسا ماحول بنائیں کہ یہ دونوں قوتیں آپس میں بیٹھ کر اس مشکل پر مشترکہ غور کریں اور پھر دونوں طرف سے اس کے حل کے لیے ایک راستہ نکال لیا جائے۔ ہم اگر سمجھتے ہیں کہ ہم مالک ہیں اور وہ ہمارے ملازم ہیں، ہم حکم دیں گے اور وہ تعمیل کریں گے تو میرے خیال میں ہمارے لیے یہ مشکل ہوگا پھر بات سلجھنے کی بجائے مزید الجھتی رہے گی۔ ہم دنیا میں رہ رہے ہیں، یہ نہیں ہے کہ دنیا ہمارے اندر رہے۔ آپ کو بخوبی علم ہے کہ بین الاقوامی سطح پر جب دو قوتوں کے درمیان سرد جنگ تھی تو اس میں بنیادی چیز یہ تھی کہ ایک قوت اپنی حاکمیت اور اقتدار کے راستے میں دوسری قوت کو رکاوٹ سمجھ رہی تھی۔ پھر اپنے اقتصادی فلسفے کے لیے اس کا جو ایک متبادل فلسفہ اقتصاد تھا، وہ اس کو نفی سمجھ رہے تھے اور وہ چاہ رہے تھے کہ اس قوت کو اقتدار کے راستے سے اور اس فلسفے کو اپنے اقتصادی فلسفے کے راستے سے ہٹا دیا جائے اور وہ اس ہدف میں اس وقت اپنے آپ کو کامیاب سمجھ رہے تھے۔

دوسرے مرحلہ پر ان کی ایک اور جنگ شروع ہوئی، آپ اس کو سرد جنگ کہیں یا گرم جنگ کہیں، وہ یہ ہے کہ وہ تہذیب اور ثقافت کے راستے میں اسلام اور امت مسلمہ کو رکاوٹ سمجھ رہے تھے۔ میرے خیال میں دوستوں کو پتا ہے کہ جب ایک استبدادی قوت کے وزیر خارجہ نے اپنی کتاب میں ایک تصور پیش کیا کہ Soviet Union کی تقسیم کے بعد اور Marxism کے ناکامی کے بعد اب ہمارا اصل مدمقابل اور دشمن اسلام اور امت مسلمہ ہے۔ NATO جیسے معاہدے Soviet Union and Marxism کے راستے کو روکنے کے لیے تھے، اب وہ نہیں ہے لیکن معاہدہ برقرار ہے۔ ادارے وہی ہیں لیکن Soviet Union نہیں ہے، funding وہی ہو رہی ہے لیکن Marxism نہیں ہے، یہ اس لیے ہے کہ اب جہت تبدیل ہو گئ ہے۔ پہلے Soviet Union and Marxism تھے لیکن اب امت مسلمہ اور اسلام ہے۔ لہذا، میرے خیال میں ہمیں اس حقیقت سے چشم پوشی نہیں کرنی چاہیے کہ جب 9/11 کا واقعہ ہوا تو سب سے پہلا ردعمل اس ملک کے صدر کا یہ تھا کہ اب تہذیبی جنگ کی ابتداء ہو چکی ہے، اب جب وہ خود کہتا ہے اور اپنا ردعمل ظاہر کرتا ہے تو پھر ہمیں اس چیز کو سنجیدگی سے لینا چاہیے، یہ کوئی مذاق تو نہیں ہے۔ ایک اتنے بڑے ملک کے صدر کی زبان پر ایک جملہ جاری ہوتا ہے تو کیا وہ بغیر سوچے سمجھے ہوگا۔ میں یہ بھی گزارش کروں گا کہ ہم بے شک کسی کو ملک کی تقسیم کی اجازت نہیں دیں گے لیکن کیا اجازت نہ دینے کے باوجود بھی ہم اس راستے پر گامزن تو نہیں ہیں کہ جس سے ملک کے مستقبل کو خطرات لاحق ہوتے ہیں۔

ہمارے ہمسایہ ممالک دو اسلامی اور دو غیر اسلامی ہیں لیکن وہ چاروں کے چاروں ہمارے کردار سے مطمئن نہیں ہیں۔ ہم سے China احتجاج کرتا ہے کہ سینکیانگ میں جو کچھ ہو رہا ہے، اس کو قابو کریں، ایران ہم سے احتجاج کرتا ہے کہ جو bomb blasts ہوتے ہیں، ان کو قابو کریں، افغانستان ہم سے احتجاج کرتا ہے کہ ہمارے ہاں جو کچھ ہوتا ہے وہ تمہارے ہاتھوں کا ہے، ہم سے India احتجاج کرتا ہے کہ ہمارے ہاں جو کچھ ہوتا ہے وہ تم کرتے ہو۔ اس پر دونوں قوتیں چاہے سیاسی ہوں یا غیر سیاسی ہوں، ان دونوں کو مل بیٹھ کر سوچنا چاہیے۔ اگر ہم کہتے ہیں کہ ہمیں اس ملک کو کسی کو تقسیم کرنے کی اجازت نہیں دینی تو پھر ان معاملات پر دونوں قوتوں کو آپس میں بیٹھ کر مشورہ کرنا چاہیے یا نہیں کرنا چاہیے۔ ہم سے اگر ہمسایہ پریشان ہو تو پیغمبر علیہ الصلواۃ والسلام ایک روایت میں فرماتے ہیں (عربی) تین دفعہ قسم اٹھا کر فرماتے ہیں

کہ آرام کی زندگی کا مالک وہ شخص نہیں بن سکتا ہے جس کے ضرر سے اس کا ہمسایہ محفوظ نہ ہو تو جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک عمل کے نتیجے میں قسم اٹھاتے ہیں کہ اس کو آرام وآسائش کی زندگی کبھی بھی نصیب نہیں ہوگی اور ہم اسلامی ملک ہوتے ہوئے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے خلاف چلیں گے تو ہمیں اطمینان کی زندگی اس دنیا میں یا آخرت میں نصیب کیسے ہوگی۔ تو ہمیں ایک اسلامی ریاست کے ناتے سے بھی ان چیزوں پر غور کرنا چاہیے کہ آخر وجہ کیا ہے کہ ہمارا ہمسایہ ہمارے رویے سے پریشان ہے اور ان کو اطمینان حاصل نہیں ہے۔

اس کے ساتھ میری یہ بھی گزارش ہوگی کہ یہ جو طالبان کی ایک اصطلاح ہے، آخر اس اصطلاح کا اصل موجد کون ہے اور اس عمل کو آگے بڑھانے والا کون ہے؟ اس House میں اس کی تشخیص ہو جائے کہ اس اصطلاح کا کون موجد تھا اور اس اصطلاح کے زیر سایہ عمل کو آگے بڑھانے والی قوت کون سی تھی، کیا آج وہی قوت اس پر وہی گرفت رکھتی ہے تو پھر راہ راست پر کیوں نہیں لاتی، اگر گرفت سے باہر ہے تو پھر اس کی تشہیر کیوں نہیں کرتی۔ کیا وہ قوت اس کے لیے آمادہ ہے کہ اپنے ان مراکز کا اعلان کریں جن مراکز میں انہوں نے یہ training دی تھی۔ کیا وہ اس کے لیے آمادہ ہے کہ ان تمام افراد کی جن کو انہوں نے training دی تھی، ان کے نام، پتے، ان کے اصلی، ان کے فرضی سارے نام تشہیر کرنے کے لیے آمادہ ہے۔ یہ جو بات کی جاتی ہے کہ مدارس ہیں اور مدارس میں دہشت گردی ہوتی ہے، میں اس floor پر اس قسم کی تمام قوتوں کو challenge کرتا ہوں کہ کم از کم بلوچستان کی حد تک مجھے کوئی بتا دے کہ فلاں مدرسے میں ریٹائرڈ فوجی صرف ملازم ہی ہے چہ جائیکہ کہ وہاں پر ان سے دہشت گردی کے لیے jackets بھروائی جائیں یا پھر دہشت گردی کے لیے ان کی brain washing کی جائے یا فوجی تربیت دی جائے۔ میرے خیال میں یہ House والے سب جانتے ہیں کہ مدارس سے باہر مراکز ہیں اور ان کی سرپرستی وہی قوتیں کرتی ہیں جنہوں نے طالبان کی اصطلاح کو ایجاد کیا تھا اور اس عمل کی چھتری کے نیچے اپنے عمل کو آگے بڑھایا تھا۔ تو اگر ہم ان مراکز پر توجہ دیں اور ان کو بند کریں تو میرے خیال میں حالات سلجھ جائیں گے، کوئی مشکل بات تو نہیں ہوگی۔ جو سرچشمہ ہے، ہم اس کو قابو کریں۔ میں کبھی کبھار دوستوں سے کہتا ہوں کہ اینٹوں کا ایک کارخانہ ہے اور اس کے قالب ٹیڑھے ہیں بجائے اس کے کہ اس قالب کو ٹھیک کیا جائے تاکہ اینٹیں صحیح نکلیں، ہم لوگوں کو اینٹوں کے پیچھے لگا دیں کہ یہ اینٹیں جب کارخانے سے نکلیں تو آپ ان کو سیدھا کرتے جائیں۔ اس کے معنیٰ کیا ہوں گے، یہ تو ایک عمل ہوگا کہ جو لا حاصل ہوگا۔ اس لیے ہم کہتے ہیں کہ operation مسئلے کا حل نہیں ہے، مسئلے کا حل بنیادی مسائل پر توجہ دینے سے ہوگا لیکن جب ہم بنیادی مسائل پر توجہ نہ دیں تو ہمیں خطرہ ہے کہ وہی قوتیں جو کہ تمام چیزیں کی موجب ہیں اب بلوچستان کے شمالی اضلاع سے شریعت کا نعرہ اٹھائیں گی، جنوبی اضلاع سے قومیت کا نعرہ اٹھائیں گے اور جب بارڈر پر آئیں گے تو پشتون اور بلوچ کو لڑائیں گے۔ میں نے ہمیشہ کے لیے اپنے تمام سیاسی زعماء کی خدمت میں گزارش کی ہے کہ ہم آپس میں خود بیٹھیں اور ان حالات کا تجزیہ کریں۔

اب کہتے ہیں کہ drone حملے امریکہ کرتا ہے۔ میں مانتا ہوں کہ drone حملے کے لیے جو جہاز ہیں وہ شاید امریکہ نے بنائیں ہوں لیکن جب ہم logistic support دے رہے ہیں اور یہ logistic support کا معنیٰ کیا ہے؟ یعنی امریکی فوج کے نقل و حمل، رہائش و رسد کے انتظام اور جو جاسوسی معلومات ہیں وہ ہم فراہم کریں گے، تو جب یہ

ساری خدمت ہم کریں اور drone حملوں کی نسبت امریکہ سے وابستہ کریں، یہ بات سمجھ میں آنے والی نہیں ہے۔ اگر ہم واقعتاً سنجیدہ ہیں اور ہم ملک توڑنے کی جانب نہیں لے جا رہے ہیں تو پھر ان تمام معاملات پر انتہائی سنجیدگی سے جو ہاؤس میں بیٹھے ہیں اور جو ہاؤس سے باہر ہیں ان سب کے باہمی مشاورت سے ہمیں اس پر غور کرنا چاہیے۔ فارسی میں ایک مثل مشہور ہے کہ "مشکل نیست کہ آساں نہ شود، مرد باید کہ ہراساں نہ شود" لیکن اگر روش یہی ہے تو پھر میں سمجھتا ہوں کہ یہ صرف خالی خولی نعرے ہوں گے اور اس میں واقعیت اور حقیقت نہیں ہو گی جبکہ internet پر وہ سارے نقشے شائع ہوئے ہوں جو کہ پاکستان، افغانستان، ایران، عراق، شام اور سعودیہ کی تقسیم کے ہیں۔ ہم اپنی آنکھوں کو بند کریں کہ جب ہم نہیں دیکھتے تو پھر دنیا ہمیں بھی نہیں دیکھتی، یہ بات تو صحیح نہیں ہے۔ اگر نقشوں میں اختلاف ہے تو وہ اصولی اور بنیادی اختلاف نہیں ہے بلکہ وہ اس لیے ہے کہ آئندہ مزید اگر ہم لڑائیاں پیدا کرنا چاہیں اور مزید تقسیم در تقسیم کرنا چاہیں تو اس کے لیے تقسیم کی بہتر شکل کیا ہو گی۔ جبکہ یہ بات بین الاقوامی سطح پر کھل کر سامنے آئی ہے کہ تیسری دنیا کے ممالک کی سرحدیں حتمی اور قطعی نہیں ہیں۔ اب جب یہ بات سامنے آچکی ہے تو اب ہم دو طرح کے اعمال کے مرتکب ہیں، جب دنیا کا نقشہ بدلنا ہو تو پھر تیسری دنیا کے ممالک کے اندر انتشار پیدا کرنا ہو گا اور ہمسایہ ممالک کے اعتماد کو ٹھیس پہنچانا ہو گا۔ جب اندر کا انتشار ہو گا اور ہمسایہ کی بیزاری ہو گی تو پھر نتیجہ تقسیم نہیں ہو گا تو پھر اور کیا ہو گا۔ یا تو ہم ہمسایوں کی بیزاری کی تلافی کریں اور اپنے انتشار کے مراکز کو قابو کریں تو پھر تو ایک بات ہو گی لیکن اگر نہ ہم یہ کریں اور نہ وہ کریں تو بین الاقوامی سیاست میں کوئی مہارت رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہوں لیکن محلے اور گاؤں کی زندگی تو ہم نے بھی گزاری ہے۔ جس گھر میں اگر اندر کا جھگڑا نہیں ہو گا تو گاؤں اور محلے کے لوگ اس گھر میں بغیر اجازت کے داخل نہیں ہو سکتے اور جب جھگڑا ہو گا تو پھر کوئی اجازت کی ضرورت محسوس نہیں کرتا بلکہ دیواریں پھلانگ کر اور کواڑ اکھاڑ کر بھی داخل ہوتے ہیں۔ جیسا کہ سعدی صاحب فرماتے ہیں:۔۔۔۔۔(فارسی) ہمارے ہاں پشتو میں ایک کہاوت مشہور ہے کہ (پشتو) یعنی جس کلہاڑی سے درخت کاٹا جاتا ہے تو اس کا جو دستہ ہوتا ہے وہ اسی درخت کا ہوتا ہے، کہیں باہر سے تو نہیں آتا۔

ہمیں ان تمام چیزیں کو انتہائی سنجیدگی سے دیکھنا چاہیے۔ آپ وہ تمام معاہدے لائیں اور پھر جو اندر اور باہر کے مراکز ہیں ان پر ہم قابو کریں اور اگر قابو سے باہر ہیں تو ان کو منتشر کریں۔ اگر ہم چھپاتے ہیں، لڑاتے ہیں، پکڑواتے ہیں اور مارتے بھی ہیں تو پھر یہ رویہ میرے خیال میں نہ ملک کو باقی رکھے گا اور نہ ہمسایوں کے اعتماد کو بحال رکھے گا۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

جناب چیئرمین: بہت بہت شکریہ۔ فوزیہ صاحبہ۔

سینیٹر فوزیہ فحرالزمان خان: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ کسی سکھ نے کہ کہا تھا کہ ہندو وقت سے بہت پہلے سوچتا ہے، مسلمان وقت پر سوچتا ہے اور سکھ وقت نکل جانے کے بعد سوچتا ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ اس نے بڑا لحاظ کیا تھا کیونکہ مسلمان بھی وقت نکل جانے کے بعد ہی سوچتا ہے۔ جب سے پاکستان بنا ہے ہندوستان نے ہمیں قبول نہیں کیا، کبھی اس نے ہم سے مشرقی پاکستان چھینا ہے، کبھی اس نے کشمیر میں ہمارے پانیوں کے منبعے بند کیے ہیں اور اب وہ ہمارے boarders پر پوری طرح سے چھایا ہوا ہے، NATO اور امریکہ اس کے ساتھ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو شروع میں

احکامات دیئے تھے ان میں بتایا تھا کہ عیسائی اور یہودی کبھی بھی مسلمانوں کے دوست نہیں ہو سکتے۔ میں بہت حیران ہوں کہ ہماری حکومتوں کو یہ بات کیوں بھول جاتی ہے اور وہ ہمیشہ امریکہ سے دوستی لگاتے ہیں۔ ایران کا ایک small structure کا انسان ہے احمدی نژاد، اس نے ان کو آنکھیں دکھائی ہیں تو امریکہ نے اسی پالیسی پر عمل کیا ہے کہ "یرکاؤ، نہ یرکے تو یرک جاؤ۔" اس سے امریکہ "یرک" چکا ہے لیکن جو ہمارے حکمران ہیں ان کو اگر امریکہ کہتا ہے کہ بیٹھ جاؤ تو وہ لیٹ جاتے ہیں، اس سے بھی زیادہ حکم مانتے ہیں جتنا کہ order کیا جاتا ہے۔ اب آپ کیسے مانیں گے کہ ان کو طالبان کہنا ہی غلط ہے، یہ تخریب کار ہیں، طالبان تو وہ تھے جو کہ طالب علم تھے، یہ تو صرف ذبح اور قبضے کرنے کے لیے پیدا ہوئے ہیں۔ یہ کیسے بنے، جب افغانستان میں Russia کے خلاف جنگ تھی تو اس وقت امریکہ نے ان کی بہت help کی تھی، پاکستان میں بہت سے مدرسے تھے جس میں کہ ان کو training دی جاتی تھی۔ پھر جب اتنا بڑا ملک ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا تو کیا پاکستانیوں نے کبھی اس بات پر غور کیا کہ وہ سب ٹکڑے ٹکڑے کرنے والے لوگ کہاں گئے ہیں؟ 30 لاکھ افغانی جو کہ ہمارے boarders کے اندر آ گئے تھے وہ کیا کر رہے ہیں؟ وہ سب جاہل تھے اور جاہلیت تو ایک عذاب ہے، ان کے لیے جو باہر سے مدد آیا کرتی تھی وہ حکمران آپس میں بانٹ لیتے تھے۔ Terrorism کی بنیاد ہی احساس محرومی ہے، وہ لوگ جب بھوکے مرنے لگے تو احساس محرومی ہوا اور اوپر سے انصاف نہ ملا تو پھر terrorism نے جنم لیا، وہ تو شروع سے ہی terrorist تھے۔

آپ کو پتا ہے کہ شروع میں ہمارے ان کے ساتھ بہت مرتبہ مذاکرات ہوئے اور کئی سالوں سے ہو رہے ہیں اور ناکام ہو جاتے ہیں، وہ اس لیے کہ اس کے پیچھے بڑی طاقتوں کا ہاتھ ہے، وہ کوئی معمولی طالبان نہیں ہیں، ان کے سربراہان باہر سے پیسہ لیتے ہیں اور انہی کی باتوں پر عمل کرتے ہیں۔ جب ہم نے سواتیوں کو احساس دلایا تھا کہ فوج آپ کی help کو آ رہی ہے نہ کہ آپ کو ختم کرنے کے لیے آ رہی ہے تو انہوں نے بڑی محبت سے ہماری فوج کو receive کیا تھا، ان کے پاس 28 فوجی مہمان تھے جن کی کہ وہ بہت آؤ بھگت کر رہے تھے۔ اس اثنا میں جمعہ کے خطبے میں مولانا فضل اللہ نے کہا کہ اس نے خواب دیکھا ہے کہ آنحضور حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا سینہ چاک ہے اور وہ کہہ رہے ہیں کہ یہ آپ کے ساتھ کس نے کیا تو انہوں نے کہا کہ یہ میرے ساتھ پاکستان آرمی نے کیا۔[1] اسی رات کو 28 فوجیوں کو بہت برے حال میں شہید کر دیا گیا۔ آپ کو پتا ہے سوات کے لوگ (xxx) ہیں اور زیادہ پڑھے لکھے نہیں ہیں، وہ ایسی باتیں سن کر مشتعل ہوتے ہیں، پھر اس کے بعد پانسا ہی پلٹ گیا، وہ جو آرمی کو respect دے رہے تھے وہ الٹ گئے۔

یہ تو سب کو ہی پتا ہے کہ ہندوستان شروع سے ہی ہمارے against چل رہا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ drone حملے امریکہ کر رہا ہے، بعد میں پھر یہ ہوا کہ نہیں جی یہ تو پاکستان سے ہی اٹھ کر attack کر رہے ہیں۔ اب ہماری حکومت امریکہ سے کہہ رہی ہے کہ ہمیں اور drone طیارے چاہییں۔ میں یہ سمجھتی ہوں کہ یہ آنکھوں پر پٹی باندھ کر حکومت نہ کرے، ساری عمر سے اپنی جیبیں بھر رہے ہیں، زلزلے میں ہمارے لیے اتنی مدد آئی تھی۔ آپ پوچھیں یہ بیٹھے ہوئے

[1] xxxx (The words expunged by the orders of Mr. Chairman)

ہیں چیمبر اٹینڈنٹ عباس، بالاکوٹ میں ننانوے فیصد لوگ مر گئے تھے۔ یہ بالاکوٹ کے ہیں۔ ان کو بکریال میں بنا بنایا تیار گھر ملے گا جو کہ آج تک نہیں ملا۔ گھر بنے ہوئے ملیں گے، ہم لوگوں سے وعدے کیے گئے تھے کہ ہم کو خوابوں کی جنت جیسی بستیاں ملیں گیں جن کے Road links ہوں گے، جن کا drainage system ایسا ہو گا، وہاں گیس ہو گی، پانی ہو گا۔ ہم تو آج تک ان ہی ادھورے خوابوں میں پڑے ہوئے ہیں اور اب یہ دوسرا واقعہ ہو گیا ہے تو چپ ہیں، تباہ ہو چکے ہیں، ان کو مدد بھی نہیں دے رہے ہیں بلکہ شاید وزیر اعظم سے میر خلیل الرحمان اور عبدالستار ایدھی کو زیادہ امداد مل رہی ہو گی کہ جن پر لوگوں کو اعتبار ہے کہ یہ پیسہ صحیح جگہ پر لگے گا۔ میں سمجھتی ہوں کہ اگر امریکہ کو یہ اپنا دوست سمجھنے سے باز نہیں آتے ہیں تو اس سے یہ کہہ دیں کہ خدا کے لیے ہمیں ڈرون طیارے نہ دو، اتنا کچھ ہم سے کروا کر do more نہ کہو بلکہ آپ ہمارے لیے do more کیجئے۔ ہماری اتنی بڑی boundary ہے جس پر ہم بند نہیں باندھ سکتے ہیں۔ آپ اس کو چار دیواری دے دیں۔ اگر ایک ایک کلو میٹر پر برجیاں دے دیں جو اندر آ چکے ہیں ان کو تو ہم قابو پا لیں گے جو لگاتار باہر سے آتے جا رہے ہیں ان کا آنا بند ہو جائے گا تو حالات انشاء اللہ بہتر ہو جائیں گے۔ اب IDPs کے لیے میں سمجھتی ہوں کہ اگر ہمیں کوئی کہہ دے کہ attack ہونے والا ہے، بمباری ہونے والی، آپ ایک دم گھروں کو خالی کر دیں تو ہم پر کیا گزرے گی یہی ان لوگوں پر گزری ہے۔ جس طرح سے وہ گھر بار چھوڑ کر نکلیں ہیں، ان کے مویشی وہاں پر ہیں، ان کے بزرگ وہاں ہیں، ان کے اپاہج بچے وہاں ہیں جن کو وہ پانی دے کر نکل گئے، ان کی فصلیں تیار کھڑی تباہ ہو رہی ہیں، ان کو کاٹنے والا کوئی نہیں ہے یہ خدا ہی جانتا ہے یا شاید کسی کے دل میں نرمی ہو، دن حالات نہیں بدلے ہیں، ماں وہاں تڑپ رہی ہے، ایک بیٹا کل پہنچ رہا ہے، ایک پرسوں پہنچ رہا ہے، آدھے بکھر گئے آدھے مر گئے وہ لوگ تو پورے ہیں ہی نہیں۔ ہماری فوج بے چاری attack کرتی اور ان کو مار سکتی ہے، جوان کے لیڈر بنے ہیں وہ تو کہیں گم ہی ہو گئے ہیں۔ البتہ تین چار نمبر انہوں نے second category کے پکڑ لیے ہیں۔ انہوں نے کوئی بورڈ تو نہیں لگائے ہوئے کہ ہم طالبان ہیں یا ہم طالبان نہیں ہیں۔ وہاں تو سب اکٹھے ہیں ان ہی میں معصوم لوگ بھی ہیں، اسی میں طالبان ہیں۔ فوج کس طرح ان کا نشانہ باندھے، اس میں آدھے معصوم بھی آ جاتے ہیں۔ اسی ڈر میں فوج پوری طرح سے کھل کر attack بھی نہیں کر سکتی۔ یہ کس طرح کہتے ہیں کہ بڑے لوگ سارے نکل گئے ہیں۔

جناب چیئرمین: بہت بہت شکریہ۔

سینیٹر فوزیہ فخر الزمان: جناب والا! یہ جو 47 بچے انہوں نے قابو کیے ہوئے ہیں رزمک کالج کے ان کے لیے ابھی تک کوئی گفت و شنید نہیں ہو رہی ہے وہ رو رو کر بے ہوش ہو رہے ہیں۔ خدا کے لیے ان کا بھی کچھ کر دیں۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: بہت بہت شکریہ۔ عباس خان صاحب۔ جی ابھی آپ کو بھی وقت ملے گا۔ جی۔

سینیٹر عبدالنبی بنگش: میں یہ وضاحت کرنا چاہوں گا۔ میں نے محترمہ کو interrupt نہیں کیا لیکن انہوں نے جو سوات والوں کے متعلق (xxx) کا لفظ استعمال کیا ہے اس کو کم از کم آپ حذف کر دیں۔ سوات کی

civilizationپورے پاکستان سے پہلے سوات میں تھی۔ یہ سب سوات کے عوام نے نہیں کیا۔ سوات کے عوام کے لیے جو(xxx)کالفظ استعمال ہوا ہے اس کو حذف کیا جائے۔[2]

جناب چیئرمین: جی حذف کر دیا کیوں کہ انہوں نے معذرت کر لی ہے۔ Thank you Bangash Sahibجی عباس خان صاحب۔

سینیٹر عباس خان: شکریہ، جناب چیئرمین!آپ نے مجھے سوات کے بارے میں بولنے کا موقع دیا ہے۔آج جو وہاں حالات ہیں، جو لوگ آ رہے ہیں ان کے لیے جو لوگ کہہ رہے ہیں کہ ہم نے یہ کیا، یہ سامان ہم لے گئے، یہ کیا۔ وہاں ہمارے بہت سے لوگ جاتے ہیں فوٹو سیشن وغیرہ کرتے ہیں لیکن حقیقت میں وہاں بہت برے حالات ہیں۔ وہاں لوگوں کے ساتھ بہت ہی الگ قسم کا سلوک ہو رہا ہے، وہاں لوگ ابھی جس طرح کی زندگی گزار رہے ہیں، آج جیسے ہم یہاں سفید سوٹوں کو کلف لگا کر بیٹھے ہوئے ہیں اس طرح سوات میں بھی ہر قسم کے لوگ تھے۔ آج وہ جو کیمپوں میں آئے ہوئے ہیں، لوگوں کے گھروں میں آئے ہوئے ہیں لیکن ان کو اس طرح seriousنہیں لیا جا رہا ہے جس طرح میڈیا میں آپس میں بیٹھ کر discussion levelتک تو ٹھیک ہے لیکن وہاں مقامی سطح پر کچھ نہیں ہو رہا۔ چلو جو ہونا تھا ہو گیا، لوگ آ گئے ہیں، ان لوگوں کے بارے میں کون سوچے گا جو اس سے دس گنا سے زیادہ لوگ ابھی بھی وہیں پھنسے ہوئے ہیں ان کے لیے کہاں سے راشن جا رہا ہے، کہاں سے کھانا اور پینا جا رہا ہے، ان کے لیے حکومت کیا کر رہی ہے۔آخر کچھ دنوں کے بعد وہ زندہ بچیں گے یا نہیں بچیں گے، یہ اپریشن کتنے دن اور چلے گا کسی کو اس کے بارے میں کچھ بھی معلومات نہیں ہیں۔ کیمپوں میں لوگ آ گئے ہیں، ان کے لیے راشن جا رہا ہے، ان کے لیے یہ جا رہا ہے وہ جا رہا ہے لیکن جو لوگ وہاں پھنسے ہوئے ہیں، وہاں سے لوگوں کے فون آتے ہیں، ان کے پاس راشن ختم ہو چکا ہے اور ان کی آگے زندگیاں خطرے میں ہیں تو یہ اس ملک کے لیے ایک بڑی تباہی کا سبب ہیں۔ اگر اس چیز کو جلدی کنٹرول نہ کیا گیا تو وہاں جو لوگ اس وقت پھنسے ہوئے ہیں وہ ایک بہت بڑی تباہی کی طرف چلے جائیں گے اور یہ ملک پھر اس کو کنٹرول نہیں کر سکے گا۔ ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ جب آپریشن نہیں ہو رہا تھا اور ہم آپس میں باتیں کر لیتے ہیں، جب ہم باتیں کر رہے تھے تو کچھ لوگوں نے کہا کہ نہیں آپریشن وہاں ضرور ہونا چاہیے، چلو اس کا حل نہیں تھا آپریشن کر لیا۔ جب آپریشن کیا اور ہمارے بھائی وہاں سے آنا شروع ہوئے تو افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ چاہیے تو یہ ہے کہ ہم ایک پاکستانی کی نظر سے سوچ کر ساری قوم اکٹھی ہو کر ان لوگوں کے لیے اپنے گھر خالی کرتے اور ان کو اپنے گھروں میں رکھتے لیکن کچھ لوگوں نے کہا کہ نہیں یہ ہمارے علاقے میں نہیں آ سکتے، یہ ہماری طرف نہیں آ سکتے۔ جب آپ آپریشن کا کہہ رہے تھے تو چاہیے تو یہ تھا کہ آپ اپنے گھر ان کے لیے خالی کرتے اور ان کا بندوبست کرتے، ان کو اپنے گھروں میں رکھتے کیوں کہ جب تک یہ اس ملک میں ہو رہا ہے اس کی mainوجہ ہے ناانصافی۔ ہم تو کہتے ہیں طالبان ہیں، گلے کاٹ رہے تھے۔ طالبان کہاں سے آئے، ناانصافی سے یہ چیز جنم لیتی ہے۔ یہ جو لوگ آئے ہیں ان کو اگر ہم اپنے علاقوں میں پیار و محبت نہیں دیں گے، ان کی ضروریات کا

---

[2] xxxx (The words expunged by the orders of Mr. Chairman)

ہم خیال نہیں رکھیں گے اس سے ناانصافی کا ایک اور نیا دور شروع ہو جائے گا اور یہ دور اس وقت ختم ہو گا کہ جب ہم ایک پاکستانی کی نظر سے سوچیں گے، ہم بلوچ نہ ہوں، ہم پٹھان نہ ہوں، ہم مہاجر نہ ہوں، ہم سندھی نہ ہوں، ہم قبائلی نہ ہوں، ہم جب ایک پاکستانی بنیں گے تب ہی یہ سارا سسٹم ٹھیک ہو گا۔ یہ مسئلے ٹھیک ہوں گے۔ آج اگر ہمارے وہی بھائی جن کے بارے میں فلم آئی تھی کہ کوڑے لگ رہے ہیں جو بعد میں غلط ثابت ہوئی، اس کے لیے تو ہمارے بھائیوں نے پوری کراچی کو بند کیا لیکن آج کہتے ہیں کہ لوگ آئیں گے تو ان کو کراچی سے باہر رکھا جائے گا، نہیں وہ اسی ملک کے باشندے ہیں، ان کو اجازت ہے جہاں جائیں، جہاں رہیں۔ آج students papers دیتے ہیں، ان کو کہتے ہیں پیپر نہیں دینے دیں گے یہ واپس جائیں۔ اس ناانصافی کو روکنا ہے۔ ہم نے ایک دوسرے کو قبول کرنا ہے، ہم نے ایک دوسرے کو پٹھان، مہاجر، بلوچ کی نظر سے نہیں دیکھنا، ہم نے ایک دوسرے کو پاکستانی کی نظر سے دیکھنا ہے۔ جب ہم پاکستانی کی نظر سے دیکھیں تو یہ سارے مسئلے خود بخود ٹھیک ہو جائیں گے اور ہمیں باہر کی طرف دیکھنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ یہ جو ہمارے مسائل ہیں کہ ایک صوبے میں بجلی سستی اور دوسرے میں مہنگی ہے، ایک میں روزگار ہے تو دوسرے میں نہیں ہے، ایک میں ایک مسئلہ چل رہا ہے تو دوسرا اس کو اپنا مسئلہ نہیں سمجھتا۔ اگر ہم اس سارے مسئلے کو ایک پاکستان کا مسئلہ سمجھیں تو میں یقین سے کہتا ہوں کہ پورے پاکستان میں کسی جگہ بھی یہ مسائل نہیں رہیں گے۔ آج ہماری طرف سوات کا واقعہ ہو رہا ہے، اس کے بعد وزیرستان کا واقعہ شروع ہو رہا ہے وہاں سے لوگ آئیں گے باقی ایجنسیوں میں بھی یہی سسٹم ہو رہا ہے اور وہاں سے بھی لوگ آئیں گے یہ لوگ آخر کدھر تک جائیں گے، کہاں تک یہ چلتا رہے گا، کب تک یہ آپریشن ہوتے رہیں گے اور کب تک ہم ایک دوسرے کی ٹانگ کھینچتے رہیں گے اور سیاست چمکاتے رہیں گے۔ جب ایک ملک کی بات آتی ہے اس وقت میں درخواست کرتا ہوں ساری پارٹیوں سے کہ اس وقت پاکستان کا سوچا کریں اپنی سیاست نہ کیا کریں۔ اپنے game numbers نہ بنایا کریں۔ خالی پاکستان کے بارے میں بات کیا کریں تو اگر ہم پاکستان کے بارے میں سوچیں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ ایک دن ایسا آئے گا کہ کوئی ہماری طرف میلی آنکھ سے نہیں دیکھ سکے گا۔ بہت شکریہ۔

جناب چیئرمین: مندوخیل صاحب۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے ہمیں موقع دیا کہ ہمارے ملک کے اس اہم مسئلے پر کہ سوات میں ایسے واقعات پیش آئے، مالاکنڈ میں بھی ایسے واقعات پیش آئے وہاں سے عوام نقل مکانی پر مجبور ہوئے۔ ہمارے سامنے تمام ملک کا مسئلہ ہے اس پر ہم بات کریں۔

جناب چیئرمین! اصل بات یہ ہے کہ یہاں ہمارے دوستوں نے، honourable Senators نے ایسے حقائق بیان کیے کہ یہ دہشت گرد، یہ تخریب کار کیسے پیدا ہوئے؟ ان کو کیسے پالا گیا؟ اب ان کی کیا پوزیشن ہے؟ یا وہ کیوں غالب ہو گئے؟ کیا ذرائع اختیار کیے گئے کہ وہ غالب ہوئے؟ جو معاہدے مسلسل ہو رہے تھے وہ معاہدے دراصل کیا تھے؟ ان معاہدوں کے ذریعے دہشت گردوں کو کیسے طاقت مہیا کی گئی؟

جناب چیئرمین! اصل میں آج کم از کم میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ سینیٹ کے بہت سے نمائندوں نے صحیح طور پر نشاندہی کی۔ ہمارے پختون علاقے فاٹا میں اور دوسرے علاقوں میں اڈے بنائے گئے اور وہ اڈے تخریب کاری کے بنائے گئے۔ ملک میں بھی اور ملک کے باہر بھی۔ ان اڈوں کو اسلام کا cover دیا گیا۔ ایسے cover دیئے گئے اور اس cover میں یہ ٹریننگ بھی ہوئی، تربیت بھی ہوئی، مداخلت کے پلان بھی بنائے گئے۔ آج جو کچھ ہمارے سامنے ہے اس کے بارے میں جناب والا! ہماری گورنمنٹ نے، مرکزی گورنمنٹ اور دوسرے ادارے سب ان کو دیکھتے رہے، یعنی انگریزی میں جو اصطلاح ہے connivance یعنی minimum ہم کہہ سکتے ہیں کہ connivance ہوئی اور یہ حالات پیدا ہوئے جواب مالاکنڈ اور سرحد کے دوسرے علاقوں میں ہیں۔ اس حوالے سے پھر میں اتنا عرض کروں گا کہ یہ معاہدے، تمام معاہدے، یہاں کہتے ہیں کہ یہ معاہدے صحیح ہوئے ہیں، صرف غیر ملک ناراض ہیں۔ امریکہ والے ناراض ہیں۔

معاہدے جو یہاں ہوئے وہ معاہدے ایسے تھے کہ اس پر فیصلہ تھا کہ عمل نہیں ہوگا۔ ابھی بھی آپ جنوبی وزیرستان یا شمالی وزیرستان جائیں اور ذرا پوچھیں کہ عملاً کیا ان معاہدوں پر عمل ہو رہا ہے؟ نہیں۔ وہ صاف کہتے ہیں کہ ہمیں اجازت دو کہ ہم یہاں ٹریننگ کریں۔ ہم تربیت کریں۔ یہاں ہماری پناہ گاہیں ہوں۔ ہم یہاں سے افغانستان میں مداخلت کریں۔ ہم دنیا میں کہیں بھی، چائنا میں یا ایران میں، ہم مداخلت کریں اور اگر آپ ہمیں نہیں چھوڑیں گے تو ہم بچوں کو اغوا کریں گے۔ یہ اغوا کا طریقہ، یہ عوام کے یرغمال کا طریقہ، یہ تو اس جنگ میں ایک اہم ہتھیار ہے۔ آپ لوگوں کو پہلے سے اغوا کریں، لوگوں کو یرغمال بنائیں اور پھر یرغمال کے بعد مذاکرات شروع کریں اور مذاکرات میں وہ تمام قاتل رہا ہوتے ہیں۔ اے این پی پر پہلا اعتراض یہ تھا کہ انہوں نے جو معاہدہ کیا اس کے حوالے سے ایسے موقع پر ان لوگوں نے ناجائز فائدہ لیا۔ وہ تمام لوگ جو قید میں تھے انہیں رہا کر دیا۔ یہ غلطی تھی۔ اس کے بعد جناب والا! اے این پی نے جو نیا معاہدہ کیا اس معاہدے کے بارے میں بالکل میں یہ کہوں گا اور باتیں اپنی جگہ پر چھوڑیں کہ ہمارے لوگوں کی فکر کس حد تک تھی؟ وہاں ہمارے لوگوں پر ایک چیز مسلط تھی کہ انصاف جلدی دینا ہے۔ انصاف جلدی دینے کے لئے اے این پی نے بہت ہمت کی۔ انہوں نے نظام عدل کا اعلان کیا کہ نظام عدل ہوگا۔ جب اے این پی نے یہ کہا تو ان کی اصل فطرت نظر آ گئی۔ وہ لوگ جو ہیں ان کی فطرت یہ ہے۔ آپ حیران ہوں گے ذرا آپ ان کا حساب منگوائیں۔ چند دنوں میں سینکڑوں ڈاکے پڑے۔

سینکڑوں لوگوں کو اغوا کیا گیا۔ ان کو مارا گیا۔ انہیں بے عزت کیا گیا۔ یعنی اب وہ کہتے ہیں کہ Writ of the State, Writ of the State کے معنی یہ نہیں ہیں کہ فوج وہاں ہو یا نہ ہوں۔ اصل چیز یہ ہے کہ کیا آپ ان لوگوں کو امن دے سکتے ہیں۔ لوگوں کو وہاں بے عزت کیا گیا۔ لہذا آپ سمجھیں کہ گورنمنٹ کے سنٹرل لیول پر نہ ہو۔ وہاں عوام کے لیول پر لوگ جمع ہوتے ہیں اور ایسے کاموں کا مقابلہ کرتے ہیں۔ اس حوالے سے وہاں جو ایکشن ہوا وہ بڑا لیٹ ہوا یعنی آخر اس stage پر لوگ آ گئے۔ آپ خود اندازہ لگائیں کہ یہاں جو نظام عدل کے تحت قاضی مقرر ہوتے تھے، یہاں جو عناصر تھے وہ باقاعدہ لوگوں کو پکڑتے اور وہاں بٹھاتے کہ یہ قاضی بن گیا ہے۔ فیصلے کیا ہیں؟ لوگوں کو پھانسی پر

لٹکاؤ۔ یہ عمل ہوئے۔ ایسے حالات میں جناب والا! جو کچھ ہوا میں کہوں گا پھر بھی جلد ہوا۔ شکر ہے کہ جلد ہوا کہ رد عمل ہوا۔ اگر یہ رد عمل نہ ہوتا تو میں یہ بات نہیں کروں گا کہ اسلام آباد پر کوئی حملہ کر رہا تھا وہ اپنی جگہ پر ہے۔ وہ ہے اور ہو سکتا تھا لیکن تمام عوام کو بے عزت کیا جارہا ہے۔

پختون عوام آج بھی بے عزت ہیں۔ یہ سب ہمارے لوگ آپ دیکھیں کوئی بھی ایسا آدمی یہاں جو ہم سینیٹرز بیٹھے ہوئے ہیں یہ اس مقام کے لوگ ہیں اور لوگ ان کی قدر کرتے ہیں لیکن آپ انہیں چھوڑیں۔ ان کے علاقوں میں ان کے گلے میں رسیاں ڈال کر انہیں لٹکادیں گے۔ یہ طاقت ان کے پاس نہیں تھی۔ میں آج بھی کہتا ہوں کہ وہاں لوگوں کے پاس جو طاقت بھی ہے وہ طاقت ملٹری کی تھی۔ ایجنسیوں کی تھی۔ ہمارے لوگوں نے لشکر بنائے۔ وہ ان لوگوں کا مقابلہ کر سکتے تھے۔ آپ کو معلوم ہے بونیر میں ان لوگوں کو دھکے دیے گئے اور پھر سید جاوید مذاکرات کے لئے آیا۔ وہ کمشنر تھا۔ اس نے ہمارے عوامی لشکر کو پیچھے ہٹایا اور سلطان وست کو قبضہ کیا۔ اس کے بعد جو بھی لوگ مارے گئے ہیں یہ سارا کچھ سید جاوید نے کیا ہے۔ اسی طرح تمام علاقوں میں آپ ذرا انکوائری کریں کہ بچے کیسے اغوا ہوئے؟ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ سید جاوید ابھی تک ادھر ہی ہے۔ سید جاوید وہاں سے بچوں کو لے کر آیا۔ یہ بچوں کو بغیر protection کے کیوں لے کر گئے؟ پھر بچوں کو اغوا کیا اور پتا نہیں ہے کہ ابھی بھی کوئی سودا ہو گیا ہو۔

عرض یہ ہے کہ ایسے حالات ہیں گورنمنٹ کو، پارٹیوں کو بڑے اچھے طریقے سے کنٹرول کرنا چاہیے۔ ابھی جو displaced persons ہیں ان کے حوالے سے جناب ا ایک بہت بڑا اہم پہلو ہے۔ بد قسمتی سے ہمارے لوگ جو بے گھر ہوئے ہیں وہ مردان میں نہیں رہ سکتے کیونکہ ان کے پاس وسائل نہیں ہیں۔ وہ ظاہر ہے کراچی جائیں گے اور یا کسی دوسرے علاقوں میں جہاں ان کے اقرباء وغیرہ گئے ہیں یا رہتے ہیں لیکن آپ حیران ہوں گے جناب والا! کہ کراچی میں باقاعدہ strike ہوئی کہ پختون یہاں نہیں آئیں گے۔ میں عرض کروں گا کہ یہ باتیں چھوڑیں۔ اگر کسی نے یہ فیصلہ کیا کہ فلاں جگہ پختون نہیں آئے گا یا فلاں جگہ سندھی نہیں آئے گا یا فلاں جگہ فلاں نہیں آئے گا تو یہ جو الفاظ استعمال ہوتے ہیں ہمارا پاکستان، ہم بھی پاکستانی، تم بھی پاکستانی، پھر ہم بھی اور تم بھی کوئی پاکستان میں نہیں ہوگا۔ یہ ایسی سادہ بات نہیں ہے کہ جب ایک بار ہمارے گھروں کو لوٹا جارہا ہے، آگ لگائی جارہی ہے اور آپ defence نہیں کر سکتے اور defence نہیں کر رہے۔ اسلام آباد میں پولیس والے بیٹھے ہوئے ہیں اور پختونوں کو کہتے ہیں کہ اپنا شناختی کارڈ دکھاؤ۔ ابھی بھی ہمارے عام لوگ مزدوری کرتے ہیں لیکن ہمارے ساتھ اس قسم کی حرکتیں کی جارہی ہیں کہ ابھی سندھ کی یونیورسٹی میں students کو نکالا گیا ہے۔ ہمارے ساتھ یہ سب کچھ ہو تو پھر کیا ہم اس کا حساب نہیں لے سکتے کہ ہمارے ساٹھ سال میں جو ہمارے ملک کا پیسہ تھا وہ آپ سب کراچی لے گئے۔ آپ نے وہاں بینک بنائے، اور industries قائم کیں۔ آپ نے educational ادارے بنائے۔ ہمارے لوگوں کو آپ نے روزگار تک نہیں دیا۔ اب آکر ہمیں scholarship کی مد میں seat ملی ہے اور یہ کہتے ہیں کہ آپ یہاں سے نکل جائیں۔ جناب! اب ایک آسان بات بن گئی ہے کہ strike کر کے پشتون کو مارنا ہے۔ ہم بھی strikes کرتے آئے ہیں لیکن کبھی کسی کی دکان کو نہیں جلاتے، کسی کے گھر کو نہیں جلاتے۔ یہاں strikes اس طرح سے کی جاتی ہیں کہ وہ رات کے بارہ بجے اٹھتے ہیں اور لوگوں کو قتل کرنا شروع کر دیتے

ہیں۔ جناب! ایک خاتون کو زندہ جلا دیا گیا تھا اور لوگ دیکھ رہے تھے۔ اس کا ذمہ دار کون ہے؟ جناب والا! اہم بات یہ ہے کہ اب ہمیں بہت سنجیدگی سے ان کو check کرنا ہے۔ میں push out کی بات نہیں کروں گا۔ Push out کے معنی یہ ہیں کہ پہلے ان کو باہر نکال کر پھر انہیں موقع دے دو۔ یہ کوئی push out نہیں ہے۔ اس قرارداد میں یہ دیا ہوا ہے کہ eliminate کرو۔ یہ جو کوئی بھی کام کر رہا ہے یعنی عوام کو قتل کر رہا ہے اس کے ساتھ قانون کا آخری حربہ استعمال ہونا چاہیے۔ جناب والا! Displaced persons کے حوالے سے بات یہ ہے کہ ان کو جلد اپنے وسائل دیں اور ان کو آزاد کریں کہ وہ جہاں جانا چاہتے ہیں جائیں لیکن ان کے cover میں جو لوگ رہ رہے ہیں ان کو investigate کریں۔ وہاں ادارے بنائیں اور ان کو پکڑیں۔

سینیٹر سلیم سیف اللہ خان: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ شکریہ جناب چیئرمین۔ رات ہماری جماعت کے Senators کی meeting تھی اور میں نے Leader of the Opposition سے یہی گزارش کی کہ جہاں پر صدر کے address پر اظہار خیال کرنا ضروری ہے، وہاں پر اس وقت مالاکنڈ، سوات، قبائلی علاقہ جات میں اور خاص طور پر جو ہمارے لوگ چھوٹے بچوں کے ساتھ اس گرمی میں tents کے اندر وقت گزار رہے ہیں ان کے متعلق بات کی جائے کیونکہ پوری دنیا میں ہم کہہ رہے ہیں کہ اس وقت پاکستان کو امداد چاہیے اور اگر پاکستان کا ایوان بالا خود اس موضوع پر دلچسپی نہ لے تو پھر باہر کی دنیا اور ہمارے اپنے لوگ کیا کہیں گے؟ مجھے اس بات پر بڑی خوشی ہوئی، میں ذرا لیٹ آیا، کہ آپ نے یہ فیصلہ کیا کہ آج اور پیر کو بھی private members’ day کو ختم کر کے اس موضوع پر بحث کی جائے گی۔ جناب والا! اب آدمی کہاں سے شروع کرے۔ اس وقت جو ملک کے حالات ہیں وہ آپ کے سامنے ہیں۔ اس پر میں کیا کہوں؟ میں تو یہی کہہ سکتا ہوں کہ ہم نے تو اچھے دن دیکھے لیکن افسوس ہوتا ہے کہ ہم اپنے بچوں کے لیے کون سا پاکستان چھوڑ رہے ہیں۔ ہماری آنے والی جو نسلیں ہیں ان کے لیے ہم کیا پیچھے چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ افغانستان میں جب پہلے جنگ ہوئی تو اس وقت بھی کہا جاتا تھا کہ یہ تو پاکستان کی جنگ ہے۔ اگر روس خدانخواستہ افغانستان پر قابض ہو جائے تو پھر وہ اس کے بعد پاکستان میں بھی ضرور داخل ہو گا، اس لیے یہ پاکستان کی جنگ ہے۔ اب جب امریکہ وہاں داخل ہوا ہے تو پھر یہ کہا جا رہا ہے کہ یہ پاکستان کی جنگ ہے۔ آج جنرل قاضی صاحب نے صحیح فرمایا ہے۔ مجھے یاد ہے کہ 20 سال پہلے میں اس ملک کا نام نہیں لینا چاہتا وہ ایک super power ہے ان کے سفیر نے یہ فرمایا کہ بھئی ہم تو جا رہے ہیں لیکن ہم پیچھے اتنا اسلحہ چھوڑ کر جا رہے ہیں کہ آئندہ چالیس سال کے لیے اس خطے میں وہ اسلحہ استعمال کیا جائے گا اور آج جنرل اشرف قاضی صاحب نے اس کی نشاندھی کر دی ہے۔ یہ دونوں امریکہ اور روس تھے انہوں نے یہاں اتنا اسلحہ چھوڑا ہے کہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ پچھلے بیس سال سے، روس تو چلا گیا، وہاں ایک جنگ جاری ہے۔ ہماری اپنی بھی غلطیاں ہیں، ہمیشہ روس اور امریکہ کو برا کہنا میرے خیال میں اپنی غلطیوں کو بھی مدنظر رکھنا چاہیے۔ جناب! پشاور میں ہائی کورٹ ہے۔ سوات، ڈیرہ اسماعیل خان اور جنوبی ضلع جہاں سے میرا تعلق ہے ہم نے کہا کہ ہم اتنے دور سے آتے ہیں ہمیں اپنا ہائی کورٹ دیجیے۔ ڈی آئی خان میں بنچ بنا۔ ہزارہ کے لوگوں نے کہا کہ ہم کوہستان کے پہاڑوں سے ہو کر آتے ہیں پشاور آنے سے تکلیف ہے۔ ایبٹ آباد میں ہائی کورٹ کا بنچ بنا۔ پچیس سال سے مالاکنڈ کے لوگ چلا رہے ہیں کہ ہم چترال سے آتے ہیں اور ہمیں

آنے میں چودہ گھنٹے لگتے ہیں ہمیں بھی اپنا ایک bench دے دیں۔ میں اس وقت جو بات کر رہا ہوں اور ہم سب کسی نہ کسی وقت government benches پر رہے ہیں اس لیے میں سب سے پہلے اپنے آپ کو blame کرتا ہوں پھر دوسروں کو۔ جناب! یہی بنیادی وجوہات ہیں۔ جب میں IPC کا Minister تھا، 1998 census میں ہوئی، بلوچستان کی آبادی 3.5% سے 5.3 ہوئی لیکن ان کو federal services میں اور باقی جگہ وہی 3.5% کا share ملتا رہا۔ شاید میں اگر اس وقت IPC کا وزیر نہ بنتا اور یہ issue میرے سامنے نہ ہوتا تو آج بھی شاید بلوچستان وہی 3.5% کا share حاصل کرتا۔ جناب! ہم یہ فیصلے خود کیوں نہیں کرتے؟ جب حالات، کہتے ہیں An ounce of prevention is better than a pound of cure خدارا بروقت فیصلے کریں، صحیح فیصلے کریں، اس سے پہلے کہ وقت آ جائے لوگ سڑکوں پر نکل آئیں۔ جناب چیئرمین! اس وقت میرا خوبصورت صوبہ اور اس کا جو خوبصورت ترین علاقہ مالاکنڈ ہے اس کے حالات پر ضرور افسوس ہوتا ہے۔ میں اس بات پر بھی حیران ہوں کہ اتنا بڑا سانحہ ہے، کچھ حکومت وقت سے گلہ ہے کہ آپ کا کوئی focus اس مسئلے پر نہیں رہا۔ ہمارے دور میں بھی زلزلہ آیا ایک ERRA کے نام پر organization بنائی گئی اس کے بعد National Disaster Management Authority (NDMA) بنائی گئی، آپ بھی خدارا کوئی ایک focused authority بنائیں کیونکہ کوئی کہیں سے لگا ہوا ہے کوئی کہیں سے۔ اس ملک کا یہی تو المیہ ہے کہ ہم اپنے اختیار کو نہیں چھوڑنا چاہتے ہیں، ہم صوبوں کو اختیارات نہیں دینا چاہتے، ہم ضلعوں کو اختیارات نہیں دینا چاہتے جس کے نتیجے میں جناب چیئرمین آج ہماری یہ صورتحال ہے۔ جناب چیئرمین! جہاں تک اس operation کا تعلق ہے تو میرے خیال میں صوبائی حکومت نے نظام عدل کا فیصلہ کر کے ایک اچھا قدم اٹھایا تھا اور اس کا کم از کم یہ فائدہ ہوا ہے کہ عوام کے اندر جو یہ احساس محرومیت تھی کہ حکومت ان کے ساتھ ایسے کر رہی ہے جب کہ یہ لوگ اسلام چاہتے ہیں۔ اس کے بعد بہت سارے لوگوں نے اعتراض بھی کیے اور امریکہ بڑا ناخوش ہوا لیکن اس کا سیاسی فائدہ ہوا لوگوں نے دیکھ لیا کہ یہ لوگ اسلام نہیں اسلام آباد چاہتے ہیں۔ یہ خطرہ جو کالا ڈھاکہ تک آ گیا ہے، پہلے بونیر، پھر صوابی ہے اور پھر دریا ہے اور پھر اسلام آباد ہے تو میرے خیال میں آرمی operation اس کو اللہ تعالیٰ کامیاب کرے یہ ٹھیک ہے۔ وہ لوگ جو پاکستان کو نقصان پہنچانا چاہتے ہیں اللہ تعالی ان کو ہمیشہ ذلیل و خوار کرے چاہے وہ ملک کے اندر کی قوتیں ہیں یا ملک سے باہر کی قوتیں ہیں۔

جناب چیئرمین! مجھے رات ہی کسی نے کھانے پر بتایا ہے کہ بہت سے لوگوں کے بچے گم ہیں، ہمارے گھر میں ایک جو پالتو جانور ہوتا ہے وہ بھی اگر گم ہو جائے تو ہم پر کتنی تکلیف گزرتی ہے کہ بھئی میری گائے، بھینس، بلی، کتا، طوطا وغیرہ کہاں چلا گیا۔ یہ لوگوں کے بچے پتا نہیں چل رہا کہاں پر ہیں۔ ان پر کیا ستم ہو رہا ہے، ان کے ساتھ کیا ہو رہا ہوگا۔ اس لیے میں ایک تو مردان، صوابی کے اپنے بہن بھائیوں کو بھی سلام پیش کرتا ہوں۔ یہ تاثر غلط ہے کہ 80 فی صد سب camps میں ہیں۔ 80 فی صد جو displaced لوگ ہیں، وہ لوگوں کے حجروں، سکولوں اور گھروں میں ہیں۔ خاص کر چھوٹے طبقے کے لوگوں نے اپنے گھر، دروازے اور دل ان کے لیے کھول دیے ہیں اور یہ لوگ وہاں پر ان کے ساتھ رہ رہے ہیں، جو تھوڑی بہت روٹی ہے وہ ان کے ساتھ شریک کر رہے ہیں۔ تو میری آپ سے ایک تو یہ سفارش ہوگی کہ اس

پر ذرا focused رہیں۔ یہ ایک دن یا ایک مہینے کا مسئلہ نہیں ہے۔ کسی خوش فہمی میں نہیں رہنا چاہیے کہ مہینے دو بعد سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔ آپ کے ساتھ مقامی لوگ کیوں تعاون نہیں کرتے، اس لیے نہیں کرتے کہ آپ آپریشن کرتے ہیں اور پھر چلے جاتے ہیں اور ان کو انہی لوگوں کے رحم وکرم پر چھوڑ دیتے ہیں جو پہلے ان کو ذبح کر رہے تھے اور گولی مار رہے تھے۔ اس مرتبہ ضرور یہ تاثر دیں کہ now we have come here to stay.

جنابِ چیئرمین! میں نے joint session میں بھی کہا تھا کہ بد قسمتی سے ہم نے طالبان کا ایک بڑا غلط تاثر لیا ہے، یہ دہشت گرد ہیں، terrorist ہیں۔ ہم جاتے ہیں، اکوڑہ میں بھی بہت بڑا دارالعلوم ہے، کبھی کسی طالب نے کنکر نہیں مارا گاڑی پر۔ یہ اب طالبان طالبان سب کو کہہ دینا، یہ بھی ایک غلط بات ہے۔ یہ terrorists ہیں، دہشت گرد ہیں، extremists ہیں، وغیرہ۔ ان سب کو طالبان کہنا، یہ بھی ایک المیہ ہے۔ بد قسمتی سے، اب امریکنوں کو کیا پتا، ان کو کون سمجھاتا، یہ تو ہمیں سمجھانا چاہیے تھا کہ بھئی آپ یہ طالبان کا لفظ غلط استعمال کر رہے ہیں۔

جنابِ چیئرمین! میں امید کرتا ہوں اور حکومتِ وقت اور صوبائی حکومت ان بے گھر لوگوں کی مدد کریں گے۔ میری جماعت بھی جو ہم سے ہو سکتا ہے، ہم آپ کے ساتھ اس کارِ خیر میں شریک ہیں۔ یہ ہم سب کا فرض ہے، صرف یہ نہیں کہ یہ حکومت کا ہے، اپوزیشن کا نہیں، ہم سب کا اس وقت یہ فرض بنتا ہے کہ ہم ان بے گھر لوگوں کی مدد کریں جن کے ساتھ یہ ہوا ہے اور ان کا اس میں کوئی قصور نہیں ہے۔ ان غریبوں کا کوئی قصور نہیں ہے۔ ہمیں اب سیکھ لینا چاہیے۔ ہم پھر بھی اوروں کے در پر دستک دیتے ہیں۔ میں ایک آخری بات کرتا ہوں، میرے ماموں مرحوم اسلم خان خٹک صاحب جب وزیرِ داخلہ تھے، اچھا ہے وزیرِ داخلہ بھی تشریف فرما ہیں، تو امریکہ کے وزیرِ داخلہ جن کو attorney general کہتے ہیں وہ تشریف لائے تو انہوں نے کہا کہ بھئی روس اگر ایک بریگیڈ، air borne brigade اٹک سے اس side پر گرا کر اس صوبے کو cut off کر دے، صوبۂ سرحد کو تو آپ کیا کریں گے۔ تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ اگر وہ یہاں پر کریں گے تو we can hurt them in Poland. ہم پولینڈ میں ان کے ساتھ پھر ایسا سلوک کریں گے۔ جنابِ والا! پولینڈ میں ایسا کرنے سے مجھے تو کوئی فائدہ نہیں ہوا، میرا تو آدھا صوبہ مجھ سے cut off ہو گیا۔ یہ ان کے اپنے مفادات ہیں، ہمارے اپنے مفادات ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ اپنے مفادات کا اور اپنے عوام کا سوچ کر آگے قدم بڑھائیں۔

جنابِ چیئرمین: شکریہ۔ We will take two more speakers۔ ایک بنگش صاحب ہیں اور خالد سومرو صاحب۔ پہلے بنگش صاحب۔ Time کا ذرا خیال کر لیجیے کیونکہ جمعہ کی نماز بھی ہے۔

سینیٹر عبدالنبی بنگش: بہت شکریہ جناب چیئرمین۔ مجھے احساس ہے کہ time بہت کم ہے لیکن موضوع بھی بہت حساس اور ضروری ہے۔ یہاں پر بات ہو رہی ہے طالبان کی تو مجھے افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ ایک dictator کے shelter میں ان کی creation ہوئی، گیارہ سال انہوں نے ان کو پالا پوسا۔

(اس دوران ایوان کے اندر جمعہ کی اذان سنائی دی)

سینیٹر عبدالنبی بنگش: جناب چیئرمین! یہ باتیں کئی دفعہ دہرائی جا چکی ہیں، تاریخ کا حصہ ہے لیکن ہمیشہ ان dictators کا، بدبختی سے ہمارے کچھ سیاستدانوں نے بھی ساتھ دیا۔ آج جب میں ان کی یہاں پر تقاریر سنتا ہوں تو لگتا ہے جیسے انہوں نے پچھلے نو سال جیل میں گزارے ہیں اور آج جمہوریت کی باتیں کر رہے ہیں۔ چلو ہمیں خوشی ہے کہ آج بھی اگر وہ democratic process میں شریک ہوتے ہیں تو ہم ان کو welcome کریں گے۔

بہر حال، سوات کے لوگ، وہاں کی civilization جس طرح میں نے محترمہ کو تھوڑا correct کیا کہ سوات کی civilization تقریباً، لاہور، کراچی، کوئٹہ، پشاور سے پہلے، civilization سوات میں بہت زیادہ تھی اور وہاں کے پڑھے لکھے لوگ، یہاں پر ہمارے کافی سارے دوست اس بات کی تصدیق کریں گے کہ کراچی، لاہور کے بچے بھی وہاں جا کر پڑھتے تھے، وہاں پر standard کے schools تھے۔ بد قسمتی سے اس جنت نظیر وادی کو کسی کی نظر لگ گئی اور اب وہاں پر بچوں کے سکولوں کو تباہ کیا گیا ہے ایک pre-plan کے تحت کہ یہ ایک ایسا علاقہ تھا جہاں پر کافی سارے پڑھے لکھے لوگ تھے۔ پختونوں کو مزید پیچھے دھکیلنے کے لیے ایک تو ان کی باقاعدہ نسل کشی کی گئی، دوسرے ان کو تعلیم سے دور رکھنے کے لیے ایک باقاعدہ سازش کی گئی۔

اس وقت ہمیں جس صورتِ حال کا سامنا ہے، موجودہ جمہوری حکومت کو یہ ورثے میں ملی ہے۔ ایک ایسا ناسور ہے کہ امریکہ بہت کامیابی سے اپنی جنگ کو ہمارے گلے میں ڈال کر، ہماری جنگ بنانے میں کامیاب ہو چکا ہے۔ اس میں پچھلے dictators کا 100% اور ان کا ساتھ دینے والے لوگوں کا 100% ہاتھ ہے۔ ملک و قوم کو اس تباہی کے دہانے تک پہنچانے میں پچھلی حکومت کا بڑا ہاتھ ہے۔ اس سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا۔

جناب چیئرمین! اب فاٹا اور مالاکنڈ کے عوام کے ساتھ جو ہوا وہ آج پاکستان کی بقا کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ اگر کوئی بندہ اپنی جھونپڑی میں بھی رہتا ہو تو اس کو اس محل سے زیادہ خوبصورت لگتا ہے جو اس کا اپنا نہیں ہے اور جس کو وہاں پر زبردستی بٹھایا جائے۔ یہ لوگ تو محلوں میں رہنے والے تھے اور یہ وہ لوگ ہیں جن کی اپنی traditions and cultural values ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے حجروں میں، اپنی بیٹھکوں میں، اپنے گھروں میں شام کو دس دس، بیس بیس لوگوں کو کھانا کھلاتے تھے، آج انہی لوگوں کو بھکاری بنا دیا گیا ہے۔ آج وہ لوگ اس بات پر مجبور ہیں کہ ان کے پھولوں جیسے بچے قطاروں میں کھڑے ہیں۔ میں پختونخواہ حکومت، مرکزی حکومت، چاروں صوبائی حکومتوں کا بلکہ پوری پاکستانی عوام کا نہایت مشکور ہوں۔ جناب چیئرمین! میں ایک بات اور بھی کہوں گا کہ قوموں کی زندگیوں میں یہ باتیں آتی رہتی ہیں اور کوئی وقت آتا ہے جب قوم سیاست سے، ذاتیات سے، اپنی ego سے بالاتر ہو کر متحد ہو جاتی ہے۔ Sir, this is the right time, this should be a turning point, you should be united. اب بھی اگر کچھ لوگ ان طالبان کے لیے، ان دہشت گردوں کے لیے کوئی sympathy رکھتے ہیں، دل میں کوئی نرم گوشہ رکھتے ہیں تو میں کہتا ہوں کہ یہ بہت بڑی غلطی ہو گی۔

جناب چیئرمین! امن کا معاہدہ کیا گیا، اس معاہدے کو ہماری پارٹی نے honour کیا جو ایک progressive, liberal and secular party کہلاتی ہے، یہ ہمارا motto ہے۔ 1973ء کے دستور میں آپ

دیکھیں کہ کوئی قانون اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیمات کے خلاف نہیں بن سکتا۔ امن کے لیے مالاکنڈ ڈویژن کے لوگوں کے ساتھ جو ہم نے کیا، آج بھی سیاست کی خاطر کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ان کی نیت نہیں تھی، آپ طالبان کو ایک طرف رکھیں، مولانا صوفی محمد جو guarantor بنا، اس کا خیال یہ تھا کہ ANP چونکہ خود ان نظریات کی حامی نہیں اس لیے یہ حکومت نظام عدل والی بات مان ہی نہیں سکتی۔ اس کے علاوہ مرکزی حکومت بھی progressive, liberal and secular لوگوں پر مشتمل ہے تو وہ مرکزی حکومت کو اس پر کیسے convince کر سکے گی۔ اس کے علاوہ western powers and USA کا pressure بھی ہے، اس لیے یہ لوگ کبھی بھی اپنی بات منوا نہیں سکیں گے لیکن اللہ کے کرم سے جب نیت صاف ہو تو منزل آسان ہوتی ہے۔ جب ہماری حکومت نے مرکزی حکومت کے تعاون سے اس معاہدے کو عملی جامہ پہنا دیا تو ان کا دوسرا چہرہ نظر آنے لگا۔ میں ایک بات واضح کرنا چاہتا ہوں this point is to be noted کہ مولانا صوفی محمد کے امن جلسے کو کامیاب بنانے میں عوامی نیشنل پارٹی مالاکنڈ ڈویژن کا بہت بڑا ہاتھ تھا۔ ہم نے پارٹی کے تمام لوگوں کو کہا تھا کہ اس جلسے کو کامیاب بنایا جائے تاکہ دوسری طرف کے extremists پر دھاک بیٹھ جائے کہ مولانا صاحب کے ساتھ بہت عوام ہے، مالاکنڈ ڈویژن کی پوری عوام ان کے ساتھ ہے لیکن جب مولانا سٹیج پر پہنچے تو ان سے یہ بات کس نے کہلوائی، کس کی نیت میں فتور آگیا، جب انہوں نے سٹیج پر کھڑے ہو کر دیکھا کہ سامنے ہزاروں کا مجمع ہے تو انہوں نے پاکستان کے آئین، پارلیمنٹ، سپریم کورٹ حتیٰ کہ پاکستان کے وجود سے انکار کر دیا۔ کیا یہ چیز ہم نے ان کے دماغ میں ڈالی تھی؟ ہاں ایسی قوتیں، ایسے elements اس وقت بھی موجود تھے، اب بھی موجود ہیں جو اس امن معاہدے کے خلاف ہیں۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ he is one of them کسی نے ان کو استعمال کیا اور ان کی زبان سے یہ باتیں نکلوائیں۔ طالبان اور مولانا صوفی محمد کو ہم علیحدہ علیحدہ دیکھ رہے تھے، جبکہ انہوں نے یقین دہانی کروائی تھی کہ آپ یہ معاہدہ کریں تو ہم لوگ ان کو disarm کر دیں گے لیکن بعد میں یہ ایک ہی سکے کے دو رخ نکلے۔ مجھے آج بہت افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ جو کچھ ہوا اور یہ بھی بہت افسوس کی بات ہے کہ پانچ ہزار لوگوں کو control کرنے کے لیے تیس لاکھ لوگوں کو displace کیا گیا۔ آج ہماری فوج کے جوان شہید ہو رہے ہیں، ہمارے F.C کے جوان شہید ہو رہے ہیں، ہمارے پولیس کے بچے شہید ہو رہے ہیں اور وہاں پر عام لوگ شہید ہو رہے ہیں۔ جناب چیئر مین! میں اس بات پر پورا یقین رکھتا ہوں کہ Pakistan army is trying its level best کہ وہاں پر عام لوگوں کا نقصان کم سے کم ہو لیکن کرفیو کے دوران جو لوگ وہاں پر پھنسے ہوئے ہیں، یہ ایک اور انسانی المیہ ہو گا۔۔۔

جناب چیئر مین: آپ تقریر جلدی ختم کر لیں کیونکہ وقت ختم ہو گیا ہے۔

سینیٹر عبدالنبی بنگش: میں آخری بات یہ کرنا چاہتا ہوں کہ اس کا بھی کچھ کرنا چاہیے کہ وہاں کے لوگوں کو مدد پہنچے۔ میں چونکہ وہاں کا عوامی نیشنل پارٹی کا صدر ہوں۔ وہاں پر ہمارے بہت غریب کارکن ہیں۔ ہم ہر جگہ donation کے لیے گئے، میں خود ایمبیسی میں بھی گیا، پارٹی کے level پر بھی ہم ایک کروڑ روپیہ جمع کر چکے ہیں۔ انشاء اللہ ہم لوگ نقد رقم ان لوگوں میں تقسیم کریں گے۔ میں ایک دفعہ پھر سب سے ایک گزارش کروں گا کہ خدارا!

اس وقت سیاست کو ایک طرف رکھیں اور ان displaced persons کی جو پاکستان کی بقا کی جنگ لڑ رہے ہیں، پوری پوری مدد کریں۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: بہت بہت شکریہ جناب بنگش صاحب۔ پیرزادہ صاحب! آپ آج بات کریں گے یا سوموار کو کریں گے۔

سینیٹر ڈاکٹر عبدالخالق پیرزادہ: جناب والا! میں سوموار کو کرلوں گا۔

جناب چیئرمین: سوموار کو کریں گے، اچھا ٹھیک ہے، ڈاکٹر سومرو صاحب آپ بھی سوموار کو تقریر کریں گے کیونکہ نماز کا وقت ہو رہا ہے۔

سینیٹر خالد محمود سومرو: میں سوموار کو تقریر کرلوں گا۔

Mr. Chairman: O.K. The House stands adjourned to meet again on Monday the 8th June, 2009 at 05:00 p.m.

[The House was then adjourned to meet again at 05:00 p.m. on 8th June, 2009].